صبحِ غزل

شعری بھوپالی

نذرِ اوّل

علیا حضرت بلقیس مرتبت نواب ساجدہ سلطان
(مہرتاج) بیگم صاحبہ سریر آرائے بھوپال ادام اللہ
بالعزّ والاقبال کی خدمت میں۔

گر قبول افتد رہے عز و شرف

سراپا نیاز
شعری بھوپالی

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

اِنتساب

عالی جناب محسنِ ادب مکرمی و معظمی

مقبول احمد خاں صاحب، آئی اے، ایس

سکریٹری پی ڈبلو ڈی مدھیہ پردیش کے نام

جن کی کرم گستری میری ادبی زندگی ہے۔

اسیرِ کرم

شعری بھوپالی

درد سے بزمِ دل سجاتا ہوں
چوٹ کھاتا ہوں مسکراتا ہوں

ہدیۂ تشکّر

برادرِ محترم الحاج مولوی عبدالرّب صاحب، اور منشی رفیق احمد صاحب مالک یونین پریس دہلی کا شکر گذار ہوں جن کی توجہ و اِعانت سے "صبح غزل" رونما ہوئی۔

منّت گذار

شعری بھوپالی


مقدمہ
تعارف
افتتاحیہ
دیباچہ
جائزہ
پیش لفظ
تبصرہ
مشک آنست کہ خود ببوید
نہ کہ عطّار بگوید۔

مصنف ۔ شعری بھوپالی

مرتبہ ۔ مقصود عرفان ۔ وکیل بھوپالی

تزئین کار ۔ چودھری رشید آرٹسٹ دہلوی

ناشر ۔ منشی رفیق احمد خورجوی

مطبع ۔ یونین پریس، دہلی

تعداد ۔ بار اول ۱۱۰۰

سنہ اشاعت ۔ ۱۹۶۴ء

قیمت ۔ پانچ روپے (صہ) ۵/-/-

تقسیم کار :- ادارہ اشاعت القرآن اردو بازار دہلی
سلطانہ شعری فتح گڈھ بھوپال

اظہارِ حقیقت

آج جبکہ میرا پہلا مجموعہ شائع ہو رہا ہے۔ میرے مخلصین کا اصرار ہے کہ میں اپنی زندگی کے تجربات و مشاہدات اور اپنی شاعری کے محرکات بھی اپنے قارئین کے سامنے پیش کروں۔ اس سے پہلے بھی اردو شاعری کے بعض تذکرہ نگاروں نے مجھ سے متعدد بار اس قسم کے سوالات کئے ہیں ـــــ کہ میں کب اور کہاں پیدا ہوا ـــــ میری تعلیم کہاں تک ہے ـــــ نیز میری شاعری کے محرکات کیا ہیں ـــــ اور میری شاعری کن کن شعراء سے متأثر رہی ہے وغیرہ ـــــ لیکن میں اُن کرم فرما حضرات میں شاید کسی ایک کو بھی کوئی جواب نہ دے سکا ـــــ

آج چاہتا ہوں کہ نہ صرف اِن سوالات کا جواب دوں بلکہ اپنی ذات اور اپنی شاعری سے متعلق تمام قابلِ اظہار باتیں اپنے قارئین کے

سامنے پیش کر کے اِس تاریخی "ذمہ داری" سے سبک دوش ہو جاؤں۔ اس وقت جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں میری عمر پچاس سال سے کسی بھی طرح کم نہیں۔ تاریخ اور سنہ پیدائش کا صحیح علم نہ ہونا مجھ جیسے متوسط طبقے میں پیدا ہونے والے لوگوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے طبقے میں متمول خاندانوں کی طرح سال گرہ جیسی رسموں کا کوئی رواج نہیں۔ اور نہ ہمارے گھرانوں میں پیدا ہونے والے کسی بچّے کے بزرگ اس کے مستقبل سے ایسی اُمید وابستہ کرتے ہیں کہ کبھی تاریخ کو اس کے سنہ پیدائش کی ضرورت ہوگی اور اِسے کسی یادداشت میں محفوظ رہنا چاہیے بہر حال میں تاج محل کی سرزمین آگرہ میں پیدا ہوا اور میرا وطن بھوپال ہے۔ نمائش گاہِ دنیا میں محمّد اصغر خاں کے نام سے پکارا گیا۔ میرے والد مولوی محمد اکبر خان صاحب مرحوم عالم دین اور فاضلِ ادب ہونے کے ساتھ ہی بہت اچھّے عامل بھی تھے جن کی ذات اور صفات سے متعلّق بہت سی شہادتیں آج بھی بھوپال میں موجود ہیں۔

میں بچپن ہی سے حساس دل اور بیدار جذبات کا حامل رہا ہوں
ادبی ذوق قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا پھر بھوپال کا وہ علمی اور ادبی
ماحول ملا جسے تاریخ ہر دور میں دُہراتی رہے گی۔ اور آخر یہی جذبات
کی بیداری، مزاج کی آشفتہ سامانی، ماحول کی سازگاری، میری
شاعری کے محرکات بن گئے۔ میرے ادبی ذوق اور شاعرانہ مزاج کو
بھی فضا میں پلنے، بڑھنے، اور پھیلنے کی سعادت نصیب ہوئی،
بھوپال کی سرکاری زبان پہلے فارسی تھی اور پھر اُردو ہو گئی۔ ابھی
کچھ دن پہلے یہاں کی سرکاری اور دفاتر کی زبان اُردو اور صرف
اُردو تھی۔ اس لئے میں نے مدرسہ سلیمانیہ بھوپال میں فارسی کی
تعلیم حاصل کی، اُردو ملا رموزی مرحوم سے پڑھی نیز تخلص بھی مرحوم
کا عطا فرمودہ ہے۔ حالات کی نامساعدت نے سولہ سال کی عمر
سے ملازمت اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت
میں تعلیم کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب میں اپنے ادبی ذوق کی

تسکین کے لئے شعر کہتا تھا۔ اور میری شاعری میرے چند دوستوں اور ساتھیوں تک محدود تھی۔ جن میں حافظ قاری فضل الرحمٰن صاحب آفسوں۔ حکیم ظہور احمد شاداں اندوری۔ حکیم سید احتشام علی فلک وکیل بھوپالی۔ عبدالوحید صاحب۔ الیاس بلالی۔ حبیب الرحمٰن (عرب) منشی محمد عادل۔ مقبول نیازی۔ ماسٹر عبدالرحمٰن کھنڈوی۔ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۳۶ء کی بات ہے جب مجھے بغرضِ تکمیل تعلیم طب بھوپال سے دہلی پہنچایا گیا۔ یہاں میرے قدیم محسنین خان صاحب مرزا حامد علی خاں صاحب۔ مرزا احمد علی خاں صاحب حکیم خواجہ انوار الرحمٰن صاحب جیسے ادب نواز حضرات نے میری اعانت و سرپرستی فرمائی۔ اُس وقت دہلی میں اردو مجلس کی ادبی نشستیں زبان زد خاص و عام تھیں۔ خواجہ شفیع صاحب دہلوی کا دولت کدہ ہر اتوار کو گلستانِ شعر و ادب بنا رہا کرتا تھا۔ دہلی میں رہنے یا قیام کرنے والا

شاید ہی کوئی ایسا شاعر یا اہلِ ذوق ہو جس نے اردو مجلس میں شریک ہو کر لطفِ سخن نہ پایا ہو اور دادِ سخن نہ حاصل کی ہو۔ حکیم فضل الرحمن فریدی کے ساتھ میں بھی اپنی ادبی تشنگی سے مجبور ہو کر اردو مجلس میں شریک ہوا۔ اور اپنی معروضات پیش کیں۔ اہلِ دہلی نے جو اعلیٰ اخلاقی قدروں کے امین کہے جاتے ہیں۔ میری انتہائی حوصلہ افزائی فرمائی۔ مجھے جو کچھ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ سب دہلی کے دورانِ قیام کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے میں دہلی کو اپنا ادبی وطن کہتا ہوں۔

ابھی میری تعلیم کی تکمیل میں ایک سال باقی تھا کہ بھوپال سے والد مرحوم کی علالت کی اطلاع ملی اور مجھے بھوپال جانا پڑا۔ اسی علالت کے ساتھ والد مرحوم کا سایۂ عاطفت ہمیشہ کے لئے میرے سر سے اُٹھ گیا۔ اور یہیں سے مجھے ایک ذمّہ دارانہ زندگی گذارنا پڑی۔ زندگی بجائے خود ایک قیدِ بے میعاد ہے جو میرے لئے

پہلے سزائے محض تھی اور اب با مشقت ہو گئی۔ میں جب بھی خدا کا شکر گذار تھا اور اب بھی راضی بہ رضا ہوں۔ میں کئی سال تک حضرت مائلؔ سندیلوی سے ادبی مشورہ کرتا رہا۔ موصوف کمال مہربانی سے مجھے نوازتے رہے۔ لیکن موصوف کی عدیم الفرصتی کی وجہ سے یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔ اس لیئے حضرت ذکیؔ وارثی مرحوم کی خدمت میں اپنی معروضات پیش کر کے مستفیض ہوا اور یہ رابطہ مرحوم کی حیات تک رہا۔

ادبی رہبری کے ساتھ کسی بھی شاعر کی ذہنی اصلاح بے حد ضروری ہے۔ اس ذیل میں قبلۂ محترم رئیس المتغزلین حضرت جگرؔ مراد آبادی مرحوم کا مرہونِ کرم ہوں جن کی خدمت میں رہنے سے میری فکر و نظر میں غیر معمولی وسعت پیدا ہوئی اور جن کی توجہات نے میری ادبی زندگی کو بنایا اور سنوارا۔ چونکہ مزاجاً طوالت پسند نہیں ہوں اس لئے اپنے اظہارِ خیال و جذبات

کے لئے اصنافِ ادب میں غزل کو بہترین ذریعہ سمجھتا ہوں۔ پچھلے پندرہ بیس برس سے ہمارے اُردو کے شعراء نئے نئے تجربات کر رہے ہیں۔ اور اِسی مدت میں بعض حضرات نے بالاتفاق غزل کی مخالفت بھی کی لیکن غزل کی مقبولیت اور خسرویت کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور اُنہیں غزل کی تابندگی اور پائندگی کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس سے میرا مقصد کسی بھی صنفِ ادب کی مخالفت نہیں بشرطیکہ وہ صالح اور صحت مند ہو۔

اردو شاعری میں توارد کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

میرے نزدیک ایسا توارد قابلِ رشک ہے جو مطالعہ یا سامعہ کا نتیجہ نہ ہو۔ اور یہ ممکن بھی ہے۔ کیونکہ ہماری سیاسی اور سماجی قدریں اور حالات و مشاہدات ہیں بڑی حد تک یکسانیت اور ہم آہنگی ہے۔ لیکن کسی شاعر کا سُنا ہوا یا کسی کتاب کا پڑھا ہوا شعر تھوڑی سی ترمیم و تبدیلی کے ساتھ اپنانے کو میں اچھا نہیں

سمجھنا۔ خواہ یہ فعل کسی مشہور شاعر کا ہی کیوں نہ ہو۔

موجودہ ادبی ماحول میں اچھا پڑھنے والے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں، اور اچھا کہنے والے کم، جس کا سبب غیر طرحی مشاعروں کا انعقاد ہے۔

میں تقریباً پچیس ۲۵ سال سے کُل ہند مشاعروں میں شرکت کر رہا ہوں مگر نہ اب تک اُستاد بن سکا، نہ میرا کلام تمام تر عیوب سے پاک ——— آج بھی اگر میرے مخلصین مجھے مشورہ دیتے ہیں اور وہ قابلِ قبول ہوتا ہے تو میں اسے تشکریہ کے ساتھ قبول کر لیتا ہوں۔

عموماً لوگ اپنے وطن والوں سے شاکی نظر آتے ہیں لیکن میرے ہم وطن میرے ساتھ جس خلوص اور ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بس یوں سمجھیے کہ ——— ہندو اپنا مجھے کہتے ہیں مسلمان اپنا

اپنے اور اپنی شاعری کے متعلق اس مختصر سی گذارش کے بعد میرا مجموعہ آپ کے پیشِ نظر ہے۔ اِس مجموعہ کے انتخاب میں میرے احباب نے مجھے جو مشورے دیئے وہ ہر ایک کے مزاج اور پسند کے مطابق تھے اس لئے میں نے انتخاب کے حق کو اپنے قارئین کے لئے محفوظ کر دینا مناسب سمجھا۔

شاعر چونکہ کسی مخصوص گروہ یا جماعت یا طبقے کا نمایندہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جو غزلیں یا اشعار آپ کی پسند کا معیار نہ بن سکیں انہیں کسی اور کی پسند سمجھ کر چھوڑ دیجیے۔

مذکورہ بالا گذارشات کے بعد اگر کوئی مفید مشورہ قارئین کی طرف سے ملے گا تو میرے لئے باعثِ مسرّت ہوگا۔ میں اپنے قارئین کی رائے اور اربابِ فن کی توجہ کا منتظر ہوں اور بس!

خادم اردو ادب

شعری بھوپالی

فہرست

۱ ۔ زمزمۂ نعت

۲ ۔ رسُول اللہ کی دِل میں محبّت لے کے آیا ہوں ۱

۳ ۔ نہ بود و نبود کا ہر راز جب کہ راز میں تھا ۳

۴ ۔ ہر طرح کیفِ الم پیدا کیا ۵

۵ ۔ دل کو دیوانہ کیا آنکھوں کو حیراں کر دیا ۷

۶ ۔ ہم تھے اور اُن کا آستانہ تھا ۹

۷ ۔ ضبطِ غم میں نے کیا اور وہ پریشاں ہو گیا ۱۰

۸ ۔ عشق میں کیا کیا نہ اپنا دِل بنا ۱۲

۹ ۔ ہجومِ یاس و الم میں بھی مُسکراتا جا ۱۳

۱۰ ۔ سانس لینا مجھے محال ہوا ۱۵

۱۱ ۔ مستِ جلوہ بنا، خراب ہوا ۱۶

۱۲ ۔ اَب رنگ پہ آیا ہے افسانہ محبّت کا ۱۸

۱۳ ۔ اُبھر آیا ہے نقشِ آرزو کیا ۲۰

۱۴ - ممکن ہے کل پھر اتنا موقع نہ دے زمانا
۲۱
۱۵ - ان کا غم فردوس بن کر چھا گیا
۲۳
۱۶ - محبّت نے دونوں طرف حشر ڈھایا
۲۵
۱۷ - افسانہ لکھ رہا ہوں کسی کے شباب کا
۲۷
۱۸ - جور رہ رہ کے یوں سامنے آئیے گا
۲۹
۱۹ - حجاب آرائیوں سے حُسن خود جلوہ نما ہوگا
۳۲
۲۰ - وہ کیفِ زندگی وہ فروغِ نظر گیا
۳۴
۲۱ - ہر سجدہ جبینِ معتبر کا
۳۶
۲۲ - اُن کو بے دیکھے نظر پر اتّہام آ ہی گیا
۳۷
۲۳ - محبّت کا جذبہ اُبھارے چلا جا
۳۹
۲۴ - شوقِ وارفتہ جو محدودِ تماشا نہ رہا
۴۱
۲۵ - تیری محبّت دے جو سہارا
۴۳
۲۶ - اِبتدائی گناہ کیا کہنا
۴۵
۲۷ - شامِ غم کوئی نہ کوئی دل کو تڑپاتا رہا
۴۷
۲۸ - یہ حسنِ دل فریب تری جلوہ گاہ کا
۴۹
۲۹ - چوٹ کھایا ہوا زمانے کا
۵۱
۳۰ - حُسنِ تحیّرات میں مستور ہو گیا
۵۲

۳۱ - جو ہیں غم نوا اُن کے ہے کہاں جواب اُن کا ۵۴
۳۲ - وُہی تمنّا، وُہی تجسّس، وُہی ہے عالم ہنسی خوشی کا ۵۶
۳۳ - حسنِ رنگینِ یار نے مارا ۵۸
۳۴ - نگہہ ناز ذرا اور خفا ہو جانا ۵۹
۳۵ - نہ سُنئے نہ سُنئے فغانِ محبت ۶۱
۳۶ - ٹھہرنا ذرا اضطرابِ محبت ۶۳
۳۷ - نہ خلش ہے نہ اضطراب ہے آج ۶۴
۳۸ - اُن سے ربطِ باہمی ہے آج کل ۶۵
۳۹ - عہد و پیماں کر چکے ہیں اضطرابِ دل سے ہم ۶۷
۴۰ - حالِ بربادِ محبّت کی خبر رکھتے ہیں ۶۹
۴۱ - خود اپنی سیر کرتا جا رہا ہوں ۷۱
۴۲ - آزردۂ خزاں نہ ہلاکِ بہار ہیں ۷۲
۴۳ - آنکھ رشک آلود، دل غم آشنا رکھتا ہوں میں ۷۴
۴۴ - جلوۂ حُسنِ مجازی پہ مِٹا جاتا ہوں ۷۶
۴۵ - کوئی مجھ سا بھی بے قرار نہیں ۷۸
۴۶ - مست و مدہوش و بے خبر جائیں ۷۹
۴۷ - انہیں دیکھوں یہ حسرت کر رہا ہوں ۸۰

۴۸۔ سرورِ بے خودی کامیاب لایا ہوں ۸۱
۴۹۔ اُس نظر کی شراب پیتا ہوں ۸۲
۵۰۔ اب تک ہلاکِ جلوۂ حُسنِ یقیں ہوں میں ۸۳
۵۱۔ سوزِ الم سے دُور ہوا جا رہا ہوں میں ۸۵
۵۲۔ عشق کی بے تابیوں میں زندگی پاتا ہوں میں ۸۷
۵۳۔ بادۂ چشمِ یار پیتا ہوں ۸۹
۵۴۔ بے خود بنا کے سامنے آنے سے فائدہ ۹۰
۵۵۔ جس سمت دیکھتا ہوں نظر آ رہے ہیں وہ ۹۲
۵۶۔ رسمِ پیمانہ اُٹھا دے ساقی ۹۳
۵۷۔ آج اُن کی یاد حشر اُٹھاتی چلی گئی ۹۴
۵۸۔ مضطرب ہو گی پریشانی مری ۹۶
۵۹۔ جب تک اُن کی نظر نہیں ہوتی ۹۸
۶۰۔ زندگی مستِ مئے دل کبھی ایسی تو نہ تھی ۱۰۰
۶۱۔ خدا جانے نظامِ شب میں کتنی برہمی ہو گی ۱۰۲
۶۲۔ محبت مدعا میرا، محبت زندگی میری ۱۰۴
۶۳۔ کیجیے کس طرح پھر شرح و بیانِ زندگی ۱۰۶
۶۴۔ وہ کہتے ہیں تم سے محبت ہو نہیں سکتی ۱۰۸

۶۵ - ہوئی جاتی ہے غرقِ شوق کشتی اہلِ ایماں کی ۱۱۰
۶۶ - نظر نے نظر سے ملاقات کر لی ۱۱۲
۶۷ - ہجر کی رات مختصر نہ ہوئی ۱۱۳
۶۸ - اکثر مرے کانوں میں یہ آواز بھی آئی ۱۱۴
۶۹ - جنونِ شوق میں افسردگی آیا نہیں کرتی ۱۱۶
۷۰ - اب روکے سے کب رکتی ہے فریاد کسی کی ۱۱۸
۷۱ - راحتِ غم جاودانی ہو گئی ۱۲۰
۷۲ - دل کا ٹلنا نہیں ہے بات کوئی ۱۲۱
۷۳ - سرِ محفل خود آئے اپنی محفل دیکھنے والے ۱۲۲
۷۴ - کبھی حصولِ الم میں کمی نہ کی میں نے ۱۲۴
۷۵ - ہر بادِ شام فرقت محوِ فغاں نہیں ہے ۱۲۶
۷۶ - انہیں افسردہ دیکھوں کس نظر سے ۱۲۸
۷۷ - واقف نہیں ہوں حسن و محبت کی راہ سے ۱۲۹
۷۸ - ہوا غرقِ الم جب وہ نگاہیں مل گئیں دل سے ۱۳۱
۷۹ - فغاں کو ضبط کے آغوش میں چھپائے ہوئے ۱۳۳
۸۰ - جلوہ ریزی کا یہ کیا دستور ہے ۱۳۵
۸۱ - اب تو حالت عجب ہماری ہے ۱۳۶

۸۲- عشرتِ شوق غم انجام ہوئی جاتی ہے ۱۳۷

۸۳- مست ہو کر بادۂ بے جام سے ۱۳۹

۸۴- دھندلا دھندلا نقشِ ہست و بود ہے ۱۴۱

۸۵- محبّت مکاں ہے، محبّت مکیں ہے۔ ۱۴۳

۸۶- دل نے چھیڑا نغمۂ اُلفت کچھ اِس انداز سے ۱۴۵

۸۷- دنیا کے واسطے نہ زمانے کے واسطے ۱۴۷

۸۸- جس طرف بھی دیکھئے برقِ جمالِ یار ہے ۱۴۹

۸۹- اشارے کر رہے ہیں رنگِ محفل دیکھنے والے ۱۵۱

۹۰- اُن کی طلب کا جذبہ بیدار ہو گیا ہے ۱۵۳

۹۱- محبت بڑھانے کو جی چاہتا ہے ۱۵۵

۹۲- بڑھا کے سرحدِ ادراک سے نظر میں نے ۱۵۷

۹۳- نہ غم و خوشی سے مطلب نہ لگاؤ جسم و جاں سے ۱۵۹

۹۴- میکدہ ہے سرور و مستی ہے ۱۶۱

۹۵- رہ کے ہم زمانے میں دُور ہیں زمانے سے ۱۶۳

۹۶- وہ ہمیں ہم ان کو تڑپانے لگے ۱۶۶

۹۷- مجھ سے آباد ہر زمانہ ہے ۱۶۸

۹۸- مست و سرشار ہے بے خود و مدہوش ہے ۱۷۰

۹۹ - ڈوبے ہوئے نقوشِ تجلی اُبھر گئے ۱۷۲

۱۰۰ - نظر کب اُن کی نظر سے مِلائی جاتی ہے ۱۷۴

۱۰۱ - وہ نظر آتے ہیں رہ رہ کر قریبِ دل مجھے ۱۷۷

۱۰۲ - غضب ہے جستجوئے دِل کا یہ انجام ہو جائے ۱۷۹

۱۰۳ - کچھ اِس طرح اُن کا خیال آ رہا ہے ۱۸۱

۱۰۴ - اب تیری آرزو میں عجب اپنا حال ہے ۱۸۳

۱۰۵ - پریشاں ہوں فریبِ معتبر سے ۱۸۵

۱۰۶ - رُخِ ہستی کا ہر پردہ اُٹھا کر ہم نے دیکھا ہے ۱۸۶

۱۰۷ - یہاں تک اِلتفاتِ جلوہ ہائے یار ہو جائے ۱۸۸

۱۰۸ - وجہِ غم کیا بجائے خود غم ہے ۱۹۰

۱۰۹ - ہجر کو رنگیں بنانا چاہیئے ۱۹۲

۱۱۰ - حروفِ دردِ غم سے صفحۂ سادہ زمانہ ہے ۱۹۳

۱۱۱ - اشک بن کر آنکھ میں ہے، درد بن کر دل میں ہے ۱۹۵

۱۱۲ - ابھی نہیں روشِ غم پہ اختیار مجھے ۱۹۷

۱۱۳ - رنگینیٔ نگاہِ تماشا لئے ہوئے ۱۹۹

۱۱۴ - حاصِل دیر و حرم جلوۂ جانانہ ہے ۲۰۱

۱۱۵ - دردِ دل سے جُدا نہ ہو جائے ۲۰۳

۱۱۶۔ نہ تڑپ سکے نہ ٹھہر سکے نہ فغانِ درد سنا سکے ۲۰۴

۱۱۷۔ آزاد آج ہو کر ہر قیدِ جسم و جاں سے ۲۰۶

۱۱۸۔ اُلفت کے مراحل ہیں فرقت کا زمانا ہے ۲۰۹

۱۱۹۔ تشنۂ دیدِ حُسن ہے مضطر و بے قرار ہے ۲۱۱

۱۲۰۔ محبّت کا سہارا لے کے اب رونے کی ٹھانی ہے ۲۱۴

۱۲۱۔ اس درجہ بڑھا ربط تری راہگذر سے ۲۱۷

۱۲۲۔ نگاہِ منتظر میں زندگی معلوم ہوتی ہے ۲۲۰

۱۲۳۔ ہر نگاہِ شوق تھرّاتی ہے اُن کے سامنے ۲۲۳

۱۲۴۔ یہی لطیف خلش کاش دائمی ہو جائے ۲۲۴

(بھیّا اعجاز الدین صاحب مرحوم کی پسندیدہ غزل)

نقشِ دوام

اگر کچھ تھی تو بس یہ تھی تمنّا آخری اپنی
کہ وہ ساحل پہ ہوتے اور کشتی ڈوبتی اپنی

ہمیں تو شامِ غم میں کاٹنی ہے زندگی اپنی
جہاں وہ ہوں، وہیں اے چاند لیجا چاندنی اپنی

نہ ہے یہ اضطراب اپنا نہ ہے یہ بے خودی اپنی
تری محفل میں شاید بھول آیا زندگی اپنی

بصد شوق و مسرّت اُٹھ کے جلووں نے بلائیں لیں
یہ کس منظر پہ جا پہنچی نظر بھٹکی ہوئی اپنی

تری محفل سے اب جائیں بھی تو اُٹھ کر کہاں جائیں
کہ دنیا بھی یہی اپنی ہے عقبیٰ بھی یہی اپنی

مقدّر سے کہیں ملتا ہے موقع جان دینے کا
لُٹادے دولتِ غم پر متاعِ زندگی اپنی

یہیں ٹکرا کے رہ جاتی ہیں نظریں اہلِ عالم کی
ترے جلووں کا پردہ بن گئی دیوانگی اپنی

مُناسب ہو تو او ظالم گھڑی بھر کے لیے آجا
بُجھانی ہے ترے دامن سے شمعِ زندگی اپنی

وہیں چلیئے وہیں چلیئے تقاضہ ہے محبّت کا
وہ محفل ہائے جس محفل میں دُنیا لُٹ گئی اپنی

نہ جلوہ ہے، نہ پردہ ہے نہ رنگینی ہے اے شعریؔ
خود اپنے شُعبدوں سے کھیلتی ہے بے خودی اپنی

○

نہ بود و بود کا ہر راز جب کہ رازِ میں تھا

تمھارے ساتھ ہی میں بھی حریمِ نازمیں تھا

بھری تھیں کیفِ حقیقت کی مستیاں جس میں

اِک ایسا جام بھی خُمِ خانۂ مجاز میں تھا

نثار کر چکا تم پر تمام نالہ و آہ،

لُٹا دیا ہے جو کچھ دامنِ نیاز میں تھا

وہ اضطرابِ مسلسل، وہ اک لطیف خلش

حقیقتوں میں نہ تھا جو مزا مجاز میں تھا

دلِ تباہ کا اللہ رے یہ استقلال
تڑپ رہا تھا مگر سجدۂ نیاز میں تھا

حقیقتوں کو بھی سب اہلِ درد کھو بیٹھے
یہ کون جلوہ نما محفلِ مجاز میں تھا

بہارِ خلد، فروغِ جمال، کیفِ شراب
ہر ایک منظرِ رنگیں نگاہِ ناز میں تھا

وفورِ شوق میں دل نے سُنا دیا شعری
وہ ایک نغمہ جو پنہاں شکستِ ساز میں تھا

ہر طرح کیفِ الم پیدا کیا،
دِل اگر ٹھہرا تو ہیں تڑپا کیا

ہم بھی تھے آمادہ جلنے کے لئے
کیوں چراغِ طُور کو ٹھنڈا کیا

دیر و کعبہ بھی مقابل تھے مگر،
سب سے بچ کر عشق نے سجدا کیا

اختیارات اُس نگاہِ مست کے
جس کو چاہا اُس کو دیوانا کیا

حُسنِ رنگیں سے نہ پھیرا دِل نے رُخ
ایک ہی تصویر کو دیکھا کیا

وہ تو ساحل پر رہے مصروفِ سیر
ڈوبنا تھا جس کو وہ ڈوبا کیا

چونک اُٹھے وہ بھی حریمِ ناز میں
عشق نے کچھ اس طرح نالا کیا

زندگی شعری بہت بے کیف تھی
دردِ دل، اچھا کیا، پیدا کیا

دِل کو دیوانہ کیا ، آنکھوں کو حیراں کر دیا
حُسن بن کر اُس نے جب خود کو نمایاں کر دیا

مُجھ سے چھُپ کر میری رُسوائی کا ساماں کر دیا
آپ نے میرے مذاقِ غم کو عُریاں کر دیا

جذبۂ بیتابِ وحشت کو نُمایاں کر دیا
ہم نے دامن تک گریباں کو گریباں کر دیا

اشکِ پیہم ، نالۂ غم ، اِضطرار و اضطراب
جو میسّر آگیا ، وہ اُن پہ قرباں کر دیا

عالمِ فرزانگی اُس ایک دامن پر نثار
تم نے اپنے ہاتھ سے جس کو گریباں کر دیا

خود بھی کچھ کھوئے ہوئے ہیں یہ خبر اُن کو نہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ شاید مجھ کو حیراں کر دیا

حُسن کی رعنائیوں کو مان ہی لینا پڑا،
آج کافرِ دل نے مُجھ کو بھی مُسلماں کر دیا

اضطرابِ شوق کو لیجا کے اب تڑپوں کہاں
وسعتِ کونین کو بھی جس نے زنداں کر دیا

مرگِ بے ہنگام، ہجرِ دوست! عرضِ شکریہ
مشکلاتِ زندگی کو تو نے آساں کر دیا

دیکھنا شعری جمالِ یار کی افزائشیں
خود نُمایاں ہو کے مُجھ کو بھی نُمایاں کر دیا

ہم تھے اور اُن کا آستانہ تھا ، وہ زمانہ بھی کیا زمانہ تھا

نگہِ شرمگیں نہ تھی قاتل مرنے والوں کو اک بہانہ تھا

پھر سنوں گا حکایتِ فردوس یہ تو بالکل مرا فسانہ تھا

ہم جدھر تھے اُدھر نہ تھا کوئی وُہ جدھر تھے اُدھر زمانہ تھا

ابتدا ابتدا تھی اُلفت کی ق شوقِ بیتاب کا زمانہ تھا

وہ بھی تھے میرے ساتھ گلشن میں ، میرے لب پر بھی اِک ترانہ تھا

آدمی دردِ عشق سے پہلے نامکمل سا اِک فسانہ تھا

کعبۂ عشق میں بھی اے شعری دِل کا انداز کافرانہ تھا

ضبطِ غم میں لے گیا اور وہ پریشاں ہو گیا
دوسرا رُخ بھی محبّت کا نمایاں ہو گیا

ہجر کا احساس، دردو غم کا عرفاں ہو گیا
تم نُمایاں جب ہوئے دِل بھی نُمایاں ہو گیا

ذوقِ عِصیاں بڑھتے ہی عرفانِ عصیاں ہو گیا
کفر یوں تکمیل کو پہنچا کہ ایماں ہو گیا

اللہ اللہ مضطرب دِل کی قیامت خیزیاں
جو حباب اِس بحر سے اُٹّھا وہ طوفاں ہو گیا

کِس کے جلووں کا سبب ہے یہ فروغِ کائنات

حُسن بے پردہ ہوا یا عشق عُریاں ہوگیا

جا نہیں سکتا تری چشمِ پشیماں کا خیال

ایک نشتر ہے جو پیوستِ رگِ جاں ہوگیا

کُچھ غُبار آلود سا کُچھ ٹکڑے ٹکڑے تار تار،

آپ کا دامن بھی شؔعری کا گریباں ہوگیا

عشق میں کیا کیا نہ اپنا دِل بنا، — جلوۂ لیلیٰ بنا، محمل بنا!

دَم نہ لے اے رَہروِ راہِ طلب — اَب نہ منزل کو بھی تو منزل بنا!

چونک اُٹھی ساری فضائے کائنات — کانپ اُٹھے دونوں جہاں جب دِل بنا

بحرِ اُلفت سے کنارہ کش نہ ہو — خود کو اِک ڈوبا ہوا ساحل بنا

حُسن ہر الزام سے ہے بے نیاز — عشق اپنا آپ ہی قاتل بنا

منتشر تھے دَرد و شوق و اضطراب — جب یہ اَجزا مِل گئے تو دِل بنا

تیرا دریا، تیرا طوفاں، تیری موج — تو جہاں چاہے وہاں ساحل بنا

تشنگی سیرابیوں سے چھین کر، — عشق ہی کو عشق کا حاصل بنا

لُوٹ شعری پھر محبت کے مزے — پہلے دِل کو درد کے قابل بنا!

ہجومِ یاس و اَلم میں بھی مُسکراتا جا،
جو اُٹھ سکیں تو محبّت کے ناز اُٹھاتا جا
ہر ایک پردۂ بیگانگی اُٹھاتا جا
نَظر، نظر سے مِلا، دِل سے دِل مِلاتا جا
فروغِ حُسن دِکھا اور مُسکراتا جا،
نَظر کے ساتھ دِلوں کو بھی آزماتا جا
ہزار طُور ہوں پیدا، ہزار نَظّارے
جَہاں جہاں سے گُذر بجلیاں گِراتا جا

ترا حجابِ ہمہ رنگ کامیاب سہی،
ہمارا شوقِ تماشا بھی آزماتا جا
پہنچ ہی جائے گا اِک دِن کسی کی محفِل تک
جو پردہ سامنے آئے اُسے اُٹھاتا جا
میں قُربِ حُسن کے آداب سے ہوں ناواقف
مُجھے قریب نہ کر خود قریب آتا جا
ہزار غم ہیں رہِ عِشق میں مگر شعری
بہر خیال بہر حال مُسکراتا جا

شائق مشتاق

سانس لینا مجھے محال ہوا
اُن کو شاید مرا خیال ہوا

دِل کی حالت پہ رحم آتا ہے،
کیوں مرے ساتھ پائمال ہوا

مُجھ کو دونوں عزیزِ ہجراں ہیں
تو ہُوا، یا ترا خیال ہوا

اُن کو رخصت تو کر دیا لیکن
کچھ نہ پوچھو جو دِل کا حال ہوا

پھر کوئی وعدہ، پھر کوئی تسکیں
شوقِ پیہم میں کیوں زوال ہوا

دیکھنا سربلندیاں میری
اِتنا اُبھرا کہ پائمال ہوا

وہ تو محوِ خرامِ ناز رہے
جِس کو ہونا تھا پائمال ہوا

وُہ ہُوئے ملتفت مگر شعری
بات کرنا مجھے محال ہوا

مستِ جلوہ بنا، خراب ہوا
میں یہاں تک تو کامیاب ہوا

حُسنِ مغرور کی نظر بدلی!
سارے عالم میں اِنقلاب ہوا

پھر گریباں کی سمت ہاتھ بڑھا
پھر کوئی جلوہ بے نقاب ہوا

خُلد ہے سرزمینِ مے خانہ
بن گیا جو یہاں خراب ہوا

عشق اور وارداتِ دل معلوم

کچھ نہ کچھ روز، انقلاب ہوا

بس یہ ہے اپنی مختصر روداد

ق

جب محبّت میں انقلاب ہوا

دِل کے ارمان بَن گئے آنسو

شوق اُبھرا تو اِضطراب ہوا

دیکھنا بدنصیبیاں میری

مجھ سے بچ بچ کے انقِلاب ہوا

جو محبّت میں مِٹ گیا شعرؔی!

درحقیقت وہ کامیاب ہوا!

اَب رنگ پہ آیا ہے اَفسانہ محبّت کا
کہنے لگے وہ مجھ کو دِیوانہ محبّت کا

کچھ اور بڑھے گا اَب ویرانہ محبّت کا
گھبرا کے پھر اُٹھا ہے دیوانہ محبّت کا

آنسو بھی نہیں تھمتے، آہیں بھی نہیں رُکتیں
اور مجھ کو سُنانا ہے اَفسانہ محبّت کا

ہر سمت محبّت کے جلوے نظر آتے ہیں
فردوس سے بہتر ہے ویرانہ محبّت کا

پابندِ وفا کیجے، محدودِ ستم رکھیے،
آزاد نہ ہو جائے دیوانہ محبّت کا

کچھ تم بھی ستم کرلو، کچھ ہم بھی ستم سہہ لیں
ترتیب یوں ہی ہو گا افسانہ محبّت کا

کعبے کی فضاؤں سے، بتخانے کے جلووں سے،
بچ بچ کے گذرتا ہے دیوانہ محبّت کا

اُن آنکھوں کے ہیں صدقے، اُن آنکھوں کے میں قرباں
تقسیم جو کرتی ہیں پیمانہ محبّت کا

شعریؔ جو محبّت کی تنظیم نہ ہو مانع
کعبے میں بنا ڈالوں بتخانہ محبّت کا

ابھر آیا ہی نقشِ آرزو کیا
یہ اک دُھندلی سی شئے ہی روبرو کیا

یہ کیفِ غم، یہ ذوقِ جستجو کیا
تمہیں تم ہو بجائے آرزو کیا

تجسّس اور ہجومِ رنگ و بو کیا
یونہیں پردہ بہ پردہ گفتگو کیا

سُنا ہی ڈھونڈھتی ہیں اب وہ مجھ کو
بدلتا ہے نظامِ جستجو کیا

فضائے قدس تک جاتا ہوں اُڑ کر
مجھے روکے گی قیدِ رنگ و بو کیا

جہاں ہو آپ کے غم کی حکومت
وہاں ہم کیا، ہماری آرزو کیا

اُٹھو اور دل کی دُنیا کو مِٹا دو
یہ آخر احتیاطِ آرزو کیا

ترے نقشِ قدم تک آگیا ہوں
مٹا جاتا ہے لُطفِ جستجو کیا

گذر جا دِل میں لے کر عزمِ محکم
ارے شعری طلسمِ رنگ و بو کیا

ممکن ہے کل پھر اتنا موقع نہ دے زمانا

اِک بات اور سُن لو پھر چاہے روٹھ جانا

یوں بھی گذر گیا ہے اُس بزم میں زمانا

بے اختیار جانا بے اختیار آنا

اُن کو مرا تجسّس، اور وہ بھی غائبانا

اپنی جگہ سے شاید کچھ ہٹ گیا زمانا

دِل کی محبتوں کا آخر کوئی ٹھکانا

جِس انجمن میں جانا پھر لوٹ کر نہ آنا

یوں ہو گیا مکمّل اُن کا مِرا فسانا

قائم رہی محبّت گذرا کیا زمانا

کیسے مِٹا سکے گا اِس ربط کو زمانہ
میں ہوں تری کہانی تو ہے مرا فسانہ

صیّاد کے نکالے نِکلوں گا کب چمن سے
پھولوں میں میرا مَسکن، کلیوں میں آشیانہ

بربادِ آرزو کی حالت پہ ہنسنے والے
ایسا نہ ہو کہ تجھ پر ہنسنے لگے زمانہ

اے جانِ حُسنِ خلوت اَب تو قبول کرلے
اِک ربط چاہتا ہوں اور وہ بھی غائبانہ

شعریؔ مجھے مِلی ہے شعر و اَدب کی دولت
میری مخالفت پر مجبور ہے زمانہ

○

اُن کا غم فردوس بن کر چھا گیا،
رنگ رَلیوں کا زمانہ آ گیا!

ہائے رے اس کی حیاتِ بے ثبات
جو شگوفہ بِن کِھلے مُرجھا گیا

اِنتہائے بے نیازی ہو گئی
آج تو میں بھی اُنہیں تڑپا گیا

تشنگئ دِید حد سے بڑھ گئی
جیسے دِل آنکھوں میں کھنچ کر آ گیا

خلق کی ہمدردیاں اور دَورِ عشق

جو بھی آیا کچھ نہ کچھ سمجھا گیا

دہر کے غم ڈھونڈتے ہی رہ گئے

میں محبّت کی حدوں میں آ گیا

رحمتِ یزداں ہوئی یوں مُلتفِت

ذوقِ عِصیاں کو پسینہ آ گیا

مُجھ میں شعرؔی تھے ابھی ہوش و حواس

اُن کو آتا دیکھ کر گھبرا گیا

محبّت نے دونوں طرف حشر ڈھایا
اُنہیں بھی رُلایا، مجھے بھی رُلایا

تصوّر کو اللہ، آباد رکھے، !
وہیں آگئے وہ جہاں بھی بُلایا

وہ پہلی نگاہیں، وہ پہلا تصادم
نہ وہ مسکرائے نہ میں مسکرایا

کرم کر بس اے یادِ جاناں کرم کر
بہت دیر تک تو نے مجھ کو رُلایا

نگاہوں میں وہ ہیں، خیالوں میں وہ ہیں

کبھی ہم نے اپنے کو تنہا نہ پایا

محبت میں ایسے بھی لمحات گزرے،

مجھے اپنی حالت پہ خود رحم آیا

جو شعری نے چھیڑا محبت کا نغمہ

تو پھر حسن والوں کو بھی وجد آیا

○

اَفسانہ لکھ رہا ہوں کسی کے شباب کا
لانا ذرا اُٹھا کے وَرق آفتاب کا

دُنیا ہے اِک طِلسمِ غمِ کامیاب کا
بیداریوں کے روپ میں عالم ہے خواب کا

جا کر نگاہِ ناز کو کر دے کوئی خبر
بَدلا ہُوا ہے آج مزاج اضطراب کا

تکمیلِ خود نمائی ہے تمہید موت کی
دریا پہ آکے ٹوٹ گیا دَم حَباب کا

اِک دِل فریب خواب تھا آغازِ دورِ عشق

اَب اِنتظار کیجئے تعبیرِ خواب کا

چھایا ہوا ہے رَنگ دو عالَم میں ہَر طَرف

میری محبّتوں کا، تمہارے شباب کا

برداشت کر سکے گا نہ دِل تیری برہمی،

اے چشمِ دوست! وَقت نہیں انقلاب کا

اے رہروِ جہانِ طلب ہوشیار باش

اِک مَرحلہ ضرُور ملے گا شباب کا

شعریؔ وہ میری مستیٔ غم سے ہیں بے خبر

الزام دے رہے ہیں جو مجھ کو شراب کا

جو رہ رہ کے یوں سامنے آئیے گا

نگاہوں سے مانوس ہو جائیے گا

فضائے دو عالم پہ چھا جائیے گا

جہاں سے بھی دیکھیں نظر آئیے گا

نگاہِ طلب سے نہ شرمائیے گا

ذرا اور دِل کے قریب آئیے گا

کہیں ہم تڑپ کر کہیں گے فسانہ،

کہیں آپ سُن کر تڑپ جائیے گا

بنا دیجیئے ہجر کو اِذنِ جلوہ

بہت دور ہو کر قریب آئیے گا

محبّت ہے فردوس کھوئے ہوؤں کی

اِدھر آئیے گا تو کھو جائیے گا!

تجسس مُبارک! نگاہیں سلامت

کہاں تک نہ ہم کو نظر آئیے گا

نہ اُن کے تغافل سے آزردہ رہیئے

ق

نہ پیہم جفاؤں سے گھبرائیے گا

محبّت نظر آئے گی پھر محبّت،

جب اِن منزلوں سے گذر جائیے گا

محبّت ہی بادہ، محبّت ہی ساغر

وہ جتنی پلائیں پیئے جائیے گا!

نہ پیغامِ دِل ہے نہ اَفسانۂ غم
سے چلے آیئے گا، چلے جایئے گا!

نُمایاں نہ ہو رازِ حُسن و محبّت
ق
ذرا اِحتیاط آپ فرمایئے گا
کہیں آپ سے ہم چُرائیں گے نظریں
کہیں آپ بیگانہ بَن جایئے گا

جہاں سے محبّت ذرا مطمئن ہو،
وہیں سے نگاہیں چُرا جایئے گا

ہلاکِ محبّت خرابِ وَفا ہے
نہ شعری کی باتوں میں آجایئے گا

○

حجاب آرائیوں سے حُسن خود جلوہ نما ہوگا،
جہاں تک مُنہ چھپاؤ گے وہیں تک سامنا ہوگا

فروغِ حُسنِ بے پایاں، چراغِ طُور کیا ہو گا
تبسّم کی جھلک سے کوئی پردہ جل گیا ہو گا

بھلا ہم اور ہم سے ترکِ پیمانِ وفا ہوگا؟
جو فرضِ حُسن ہے، وہ عشق سے کیوں کر ادا ہوگا

مِری دیوانگی پر ہنس رہی ہے یوں تو اِک دُنیا
اگر ایسے میں تم بھی مُسکرا دو گے تو کیا ہوگا

یکایک ایک مدّت کے مراسِم ختم ہو جانا
اُدھر اُن کا بھی نازک دل تڑپ کر رہ گیا ہوگا

وہ دُوری ہی سہی لیکن محبت پھر محبّت ہے
نظر سے چُھپ بھی جاؤ گے تو دل کا سامنا ہوگا

قیامت ہے کہ پھر کچھ فاصلے سی لڑ گئیں نظریں،
خبر کیا تھی کہ وہ خود بھی اِدھر ہی دیکھتا ہوگا

بَس اِتنا فرق ہے دُنیا میں اور محشر میں اے شعری
یہاں وعدہ کیا ہے اور وہاں وَعدہ وفا ہوگا!

وہ کیفِ زندگی، وہ فروغِ نظر گیا

دیکھے ہوئے کسی کو زمانہ گذر گیا

وہ لُطفِ سرخوشی وہ غمِ معتبر گیا

جیسے مجھے کُچل کے زمانہ گذر گیا

جذبِ تمامِ شوق بڑا کام کر گیا

آنکھوں کی راہ وہ مِرے دل میں اُتر گیا

اللہ اُس کے دامنِ رنگیں کی خیر ہو

جو عمر بھر کے واسطے دیوانہ کر گیا

میرے ہی ساتھ ساتھ وہ رہتے تھے بیقرار
ایسا بھی ایک دورِ محبت گذر گیا

وہ تو مجھے بھلا کے بھی غمگیں نہ ہو سکے
میں کیا بتاؤں مجھ پہ جو عالم گذر گیا

دور دور کے لوگ کرتے ہیں شعری کا تذکرہ
کہتے ہیں وہ حدودِ فنا سے گذر گیا

ہر سجدہ جبینِ معتبر کا، — محتاج نہیں کسی کے در کا

گُم گردہ تمہاری رہگذر کا — ممنون نہیں ہے راہبر کا

بے پردہ جمال کی تمنّا — انجام بخیر ہو نظر کا

ہو خیر مریضِ غم کی یا رب — کیوں رنگ اُداس ہے سحر کا

دھوکے میں دوا کے دید یار ہر — احسان ہے مجھ پہ چارہ گر کا

جلووں کی نقاب اُلٹ کے رکھدی — اللہ رے حوصلہ نظر کا

عقبیٰ کی بھی سیر کر ہی لیں گے — دُنیا تو حجاب ہے نظر کا

احسانِ اجل سے ہے سبکدوش، — مارا ہوا آپ کی نظر کا

اِس راز سے ہوشیار شعریؔ — ہر جلوہ فریب ہے نظر کا

اُن کو بے دیکھے نظر پر اِتہام آ ہی گیا
وُہ نہ آئے اور میں بالائے بام آ ہی گیا
سامنے اِک جلوۂ برق اہتمام آ ہی گیا
بے اِرادہ بھی تڑپنے کا مقام آ ہی گیا
حادثاتِ دہر کر دیتے کبھی کا پائمال
وہ تو یوں کہیئے خیالِ یار کام آ ہی گیا
اِصطلاحِ عام میں کہتے ہیں جس منزل کو موت
مژدہ باد! اے بیقراری وہ مقام آ ہی گیا

کب تک آخر میں پیئے جاتا شرابِ ضبطِ شوق
بڑھ گیا جب نشّہ لب پر اُن کا نام آ ہی گیا

حسبِ دستورِ طلب کرنی پڑی اپنی تلاش
درمیانِ جستجو ایسا مقام آ ہی گیا

جب مرتّب کی گئی رُوداد حُسن و عشق کی،
اُن کے ذکرِ خیر میں اپنا بھی نام آ ہی گیا

آج شعری وہ بھی ہیں محوِ تماشائے جنوں
دیکھ دیوانے سنبھلنے کا مقام آ ہی گیا

محبت کا جذبہ اُبھارے چلا جا

یوں ہی بیخودی کے سہارے چلا جا

نہ کر ختم تنظیمِ ذوقِ تجسُّس،

وہ چُھپتے رہیں، تُو پکارے چلا جا

تجلّی تجلّی، محبّت محبّت

سنْورتا چلا جا، سنْوارے چلا جا

یہی لغزشیں لائی ہیں بزمِ غم تک

انہیں لغزشوں کے سہارے چلا جا

نہ اپنی پریشانیوں پر نظر کر،
محبّت کے گیسو سنوارے چلا جا

یہ بازی محبّت کی بازی ہے ناداں
اِسے جیتنا ہے تو ہارے چلا جا

نہ کر شکوۂ درد و غم اُن سے شعری
جو عالم بھی گذرے گذارے چلا جا

○

شوقِ وارفتہ جو محدودِ تماشا نہ رہا
دُور تک اَب کوئی جلوہ کوئی پردا نہ رہا

ذوقِ موسیٰ نہ رہا، عالمِ سینا نہ رہا
برق چمکی تو کوئی دیکھنے والا نہ رہا!

اِبتدا وہ تھی کہ میں اپنا سمجھتا تھا اُنہیں
اِنتہا یہ ہے کہ میں آپ بھی اپنا نہ رہا

نگہ و دِل کی تباہی ہمیں منظور، مگر
کیا کروگے جو کوئی دیکھنے والا نہ رہا

میری آنکھوں نے حجاباتِ نظر ڈال دیئے

جلوۂ حُسن پہ جب کوئی بھی پردا نہ رہا

اُف وہ آنکھیں نہ میسّر ہوئی دو اشک جنھیں

ہائے وہ دِل جسے غم کا بھی سہارا نہ رہا

تہ نشیں ہو گیا طوفانِ الَم اے شعریؔ،

کیا کریں ڈوب کے جب جوش پہ دریا نہ رہا

تیری محبت دے جو سہارا
دُنیا کا ہر غم کرلوں گوارا
جینے کی راحت بس اُس سے پوچھو،
کوئی نہیں ہو جس کا سہارا
ٹُوٹ رہی ہے آس ہماری
ڈوب رہا ہے صبح کا تارا

پھر وہی فرقت پھر وہی دوری
راس نہ آیا ساتھ تمھارا
ڈوب چکا ہوں بحرِ الم میں،
ڈھونڈھ رہا ہوں پھر بھی کنارا
تجھ سے وہ خود مِل جائیں گے شعری
دو دِن کی فرقت کر لے گوارا

ابتدائی گناہ کیا کہنا سب سے پہلی نگاہ کیا کہنا
احتیاطِ گناہ کیا کہنا دُور جا کر نگاہ کیا کہنا
مجھ کو خود جستجوئے منزلِ دوست میں ہی خود سدِّ راہ کیا کہنا
میٹھی میٹھی سی ٹیس رہ رہ کر چُبھتی چُبھتی نگاہ کیا کہنا
اُف وہ تکمیلِ غم خموش خموش، چُپکے چُپکے وہ آہ کیا کہنا
دو جہاں میں کہیں پناہ نہیں جلوۂ بے پناہ کیا کہنا
میں کہیں بھی نظر جما نہ سکا جلوۂ راہ راہ کیا کہنا

پھر اُنھیں سے مطالباتِ اَلَم　　پھر اُنھیں پر نگاہ کیا کہنا

حشر تک رحمتوں سی رازونیاز　　زندگی بھر گناہ کیا کہنا

ہر نفس اک حریمِ نازِ جمال　　ہر نظر جلوہ گاہ کیا کہنا

جا پڑی خاص اُنھیں کے جلووں میں　　لڑکھڑاتی نگاہ کیا کہنا

رحمتیں مضطرب برسنے کو　　میرا عزمِ گناہ کیا کہنا

یاد آنا وہ اُن کا تھم تھم کر　　خلشِ گاہ گاہ کیا کہنا

دل مرے ساتھ ڈوبتے ڈوب گیا　　اِک نشیلی نگاہ کیا کہنا

اَب بھی وہ بدگماں ہیں شعریؔ سے
عشقِ بے اشتباہ کیا کہنا!

شامِ غم کوئی نہ کوئی دِل کو تڑپاتا رہا
وہ نہیں آیا، مگر اُس کا خیال آتا رہا

ابتدائے شوق میں یوں بھی مزا آتا رہا
میں بھی کچھ بچتا رہا، کچھ وہ بھی شرماتا رہا

شامِ فرقت شوق کی وسعت نگاہی دیکھنا
درد کے پردے میں اِک ظالم نظر آتا رہا

تشنگیٔ حسرتِ دیدار بڑھتی ہی رہی،
اور وہ آنے کو اکثر سامنے آتا رہا

منزلِ ہجراں سمجھ بیٹھی اُسے ناداں خرد

جس جگہ سے تیرا ہر جلوہ نظر آتا رہا

آپ نے تسکین فرما کر بڑھا یا اِضطراب

ورنہ ہر سمجھانے والا مجھ کو سمجھاتا رہا

ہے وہی شعری جہاں میں کامیابِ زندگی

زندگی میں جس کو مرنے کا مزا آتا رہا

یہ حُسنِ دِل فریب تری جلوہ گاہ کا
آئینہ دار ہے، مرے حالِ تباہ کا
نالے کا ہے وہ طور، نہ وہ رنگ آہ کا
کیا سحر چل گیا تری کافر نگاہ کا
پُہنچا دیا ہے عشق نے اُس بارگاہ میں
ہر ذرّہ آفتاب ہے جس بارگاہ کا
آغوشِ دِل میں رکھتا ہوں اِک زخم کامیاب
مجھ پر کرم ہے حُسن کی پہلی نگاہ کا
دِن اُس کا، رات اُس کی، زمانہ اُسی کا ہے
جس کی نظر سے ربط ہے اُن کی نگاہ کا

اللہ رے شانِ عفو کہ آیا پیامِ لُطف
میں نے تو قصد بھی نہ کیا تھا گُناہ کا

وہ جس کو دِل نے درد سے تعبیر کر لیا
اِک تیر تھا تری نگہِ بے پناہ کا

اب میرے ساتھ ساتھ ہیں دُنیا کی گردشیں
افسانہ بن گیا ہوں تمہاری نگاہ کا

زخم اور زخم بھی مرے قلبِ حزیں کا زخم
نشتر اور نشتر بھی تری نیچی نگاہ کا

چھایا ہے ابر جوش میں آئی ہیں رحمتیں
پھر وقت آگیا ہے قبولِ نگاہ کا

یہ انقلابِ دہر، یہ نیرنگیاں تمام
اک سحرِ مستقل ہے تمہاری نگاہ کا

شعریؔ کسی کی شانِ کریمی کو دیکھ کر
اِقرار کر رہا ہوں خود اپنے گُناہ کا

چوٹ کھایا ہوا زمانے کا
میں قفس کا نہ آشیانے کا

سُنتا جاتا ہوں، روتا جاتا ہوں
ذکر گذرے ہوئے زمانے کا

جس کو دُنیا قفس سمجھتی ہے
دُوسرا رُخ ہے آشیانے کا

دیر و کعبہ بُلا رہے ہیں مجھے
عزم ہے اُن کے آستانے کا

سب خطا ہے زمانہ سازوں کی
اِس میں کیا جُرم ہے زمانے کا

غمِ جاناں کی عظمتوں کے نثار
کون اُٹھاتا ہے غم زمانے کا

پھر پشیماں ہیں وہ بہ حُسنِ تمام
وقت ہے پھر فریب کھانے کا

نہ سُنا میری داستاں، یہ بتا!
کون عنوان ہے فسانے کا

ہم سے اور اُن سے ربط، ارے توبہ!
دل دھڑکنے لگا زمانے کا

خود ہی مٹ جائیں کیوں نہ ہم شعری
کون اِحسان لے زمانے کا!

حُسنِ تحیّرات میں مستور ہو گیا
میں اُن کے پاس آ کے بہت دُور ہو گیا

میں ہی نہیں ہوا ہوں ہلاکِ فغانِ شوق
خود وہ بھی آہ کرنے پہ مجبور ہو گیا

عرضِ نیازِ شوق کا بھی وقت آئے گا
جُرمِ نگاہِ شوق تو منظور ہو گیا

پیہم کرم کے بعد ستم، اور دلِ غریب
اک شیشہ تھا، زمیں پہ گِرا، چُور ہو گیا

مجھ کو تباہ کرنے سے پہلے یہ سوچیے
مغرور کر دیا تھا کہ مغرور ہو گیا

اُن کی نگاہِ مست مرے دل سے پھر گئی
مجھ سے شراب خانہ بہت دُور ہو گیا

جذبہ تو ایک ہی تھا مگر اپنا اپنا ظرف
مجنوں کوئی بنا، کوئی منصور ہو گیا

خوب

شعرِ سادہ سا لوح بھی دیکھا ہے آپ نے
یوں ہی سرِ التفات پہ مغرور ہو گیا

جو ہیں غمِ نوا اُن کے، ہے کہاں جواب اُن کا
آہ اُن کا اِک نغمہ، درد اِک رباب اُن کا

عشق اِک ادا اُن کی، حُسن اِک حجاب اُن کا
چھا گیا زمانے پر ہر طرح شباب اُن کا

دیکھ تو ذرا واعظ! حسنِ کامیاب اُن کا
اِک طرف تری جنّت، اِک طرف شباب اُن کا

شوقِ مستقل میرا، ناز کامیاب اُن کا
کیوں ہٹے نظر میری، کیوں اُٹھے نقاب اُن کا

ہائے یہ غرور اُن کا، اُف یہ اِجتناب اُن کا
اب بجز محبّت کے کچھ نہیں جواب اُن کا
منظرِ تجلّی ہوں، مظہرِ محبّت ہوں
مجھ سے ہے کرم اُن کا، مجھ سے اجتناب اُن کا
حُور و خُلد اے واعظ! جا تجھے مُبارک ہوں!!
ہم ہیں دیکھنے والے، حسنِ بے نقاب اُن کا
عِشق کے فسانے کو ہنس کے ٹالنا معلوم!
چھُپ گیا تغافل میں جیسے اِضطراب اُن کا
شوقِ بے نہایت کی جُرأتیں ارے توبہ!
جیسے اَب اُلٹ دے گا گوشۂ نقاب اُن کا
وہ جو پھیر لیں نظریں مجھ میں کیا رہے شعرؔی
ساری آرزو اُن کی، سارا اِضطراب اُن کا

وہی تمنّا، وہی تجسّس، وہی ہے عالم ہنسی خوشی کا
ہزار ہا غم اُٹھائے لیکن مزاج بدلا نہ زندگی کا
جو وقتِ شب کوئی گھر سے نکلا تو مسکرانے لگے ستارے
فلک نے مرعوبِ حُسن ہو کر بچھا دیا فرش چاندنی کا

یہ سب تری ہی عنایتیں ہیں، یہ سب تری ہی نوازشیں ہیں
تری محبّت نہ دے سہارا، تو دم نکل جائے آدمی کا
قریبِ بربادِ غم نہ آئے، تباہیٔ دل پہ مُسکرائے
تمہارے صدقے، تمہارے قُرباں، مگر یہ موقع نہ تھا ہنسی کا

یہ میرا دل ہے جو آج تک میں خوشی سے برداشت کر رہا ہوں
نگاہ اور وہ بھی برہمی کی، عذاب اور وہ بھی زندگی کا

نگاہ سجدے میں گر رہی ہے قریب تر ہے حریمِ جاناں
جبیں سے سجدے برس رہے ہیں مقام آیا ہے بندگی کا

بس اب کوئی اجنبی نہیں ہے، خودی نہیں بیخودی نہیں ہے
تمہاری میں راہ دیکھتا ہوں چراغ گُل کر کے زندگی کا

تپش، خلش، درد، سوزِ ہجراں نصیب ہوتے ہیں کس کو شعریؔ
یہی سہارے ہیں زندگی کے، وقار ہے ان سے آدمی کا

حُسنِ رنگینِ یار نے مارا　　اِک مجسّم بہار نے مارا
جرأتِ اِعتبار نے مارا　　راحتِ اِنتظار نے مارا
لذّتِ ہجرِ یار نے مارا　　اِس غمِ خوشگوار نے مارا
ہر تبسّم ہے جس کا موجِ بہار　　اُسی جانِ بہار نے مارا
میری خودداریوں کو دے کے شکست　　دلِ بے اختیار نے مارا
حُسن کا التفات ارے توبہ!　　شمعِ پروانہ کار نے مارا
چھا گئی دل پہ حیرتِ پیہم،　　جلوۂ بار بار نے مارا
آج بے موت اُس کی محفل میں　　دیدۂ اشکبار نے مارا
ہو گیا میں ہلاکِ جلوۂ دِل　　حُسنِ آئینہ دار نے مارا

دلِ بے اختیار کو شعریؔ
دردِ بے اختیار نے مارا

نگہہِ ناز ذرا اور خفا ہو جانا
آ چلا ہے مرے نالوں کو رسا ہو جانا

حاصلِ سجدۂ اربابِ وفا ہو جانا
ایک کافر کا قیامت ہے خُدا ہو جانا

فطرتِ حُسن کو کیوں عشق کا پہنائیں لباس
اُن کی توہین ہے پابندِ وفا ہو جانا

نگہہِ شوق میں دیدار کی جرأت نہ رہے
اتنے نزدیک نہ تم جلوہ نُما ہو جانا

یہ تو دیوانہ ہے، دیوانے کی ضد ہی کیا ہے
دِل کے کہنے سے نہ مجبورِ وفا ہو جانا

پوچھنا اُن کا وہ بیمارِ محبّت کا مزاج
درد کا رنگ بدلتے ہی دوا ہو جانا

تم اگر میری جگہ ہوتے تو ہوتا معلوم
کیا قیامت ہے مرا تم سے جُدا ہو جانا

آئیں گے وہ مگر اُس وقت کہ جب کوئی نہ ہو
تو بھی اے دِل مرے پہلو سے جُدا ہو جانا

آ گئے ہیں تو ذرا پیار کی باتیں کر لیں
ہم چلے جائیں تو پھر آپ خفا ہو جانا

پھر کہاں سوزِ محبّت میں لطافت شعریؔ
عین محرومی ہے آہوں کا رسا ہو جانا

نہ سنیئے نہ سنیئے فغانِ محبّت / اثر ہی اثر ہے بیانِ محبّت

وہ نا مہرباں، مہربانِ محبّت / زہے انقلابِ جہانِ محبت

سلامت کسی کے ستم ہائے پیہم / مُبارک غمِ جاودانِ محبّت

محبّت کی اِس طرح توہین کب تک / ارے او اسیرِ فُغانِ محبّت

ازل سے ابد تک، زمیں سے فلک تک / مسلسل ہے اک داستانِ محبّت

سمجھ سوچ کر فیصلہ کیجیئے گا / کہ آساں نہیں امتحانِ محبّت

محبّت کی معصومیاں اللہ اللہ / عداوت پہ بھی ہے گمانِ محبّت

محبّت ہی جلوہ، محبّت ہی پردہ / کوئی شے نہیں درمیانِ محبّت

ہمیشہ رہے شاد و آباد یارب!
وہ جانِ محبّت، جہانِ محبت

میں تنہا نہیں، مجھ کو تنہا نہ سمجھو
مرے ساتھ ہے کاروانِ محبّت

نہ آؤں گا ناصح کی باتوں میں شعریؔ
سمجھنے لگا ہوں زبانِ محبّت

ٹھہرنا! ذرا اضطرابِ محبّت
وہ آیا، وہ آیا جوابِ محبّت

جنونِ فغاں، اضطرابِ محبّت
یہ بیداریاں بھی ہیں خوابِ محبّت

ہلاکِ تمنّا، خرابِ محبّت
ہمیں ہم ہیں بس کامیابِ محبّت

زہے کوششِ کامیابِ محبّت
ہمیشہ رہے ہم خرابِ محبّت

سکونِ محبّت جو ممکن نہیں ہے
بڑھا دیجئے اضطرابِ محبّت

جھکی جا رہی ہیں وہ معصوم نظریں
دیا جا رہا ہے جوابِ محبّت

خوشا اُس کی مستی، زہے اُس کی ہستی
جو ہو جائے غرقِ شرابِ محبّت

مکمّل ہے بیداریِ زندگانی
میسّر ہے آغوشِ خوابِ محبّت

مری زندگی کا نہ پردہ اُٹھاؤ
مری زندگی ہے حجابِ محبّت

خفا ہو گئے ہیں وہ جس دن سے شعری
ترقّی پہ ہے اضطرابِ محبّت

نہ خلش ہے، نہ اضطراب ہی آج
کس قدر زندگی خراب ہے آج

اثرِ شوق کامیاب ہے آج
یہ نیا رنگِ انقلاب ہے آج

ق

کل انہیں عشق سے تھی بیزاری
عشق کو اُن سے اجتناب ہے آج

میں کہاں ہوں مجھے نہیں معلوم
ہر طرف تُو ہی بے نقاب ہے آج

پھر اُٹھی ہیں وہ شرمگیں نظریں
پھر نیا کوئی انقلاب ہے آج

اللہ اللہ فروغِ عشق تمام
ہر تمنّا ترا جواب ہے آج

حکمراں ہے وہ بادہ ریز نظر
جو جہاں ہے وہیں خراب ہے آج

تیری بے اعتنائیوں کے نثار
دِل کی حالت بہت خراب ہے آج

کس کے عکسِ جمال سے شعریؔ
داغِ دِل رشکِ آفتاب ہی آج

اُن سے ربطِ باہمی ہے آج کل
غم بعنوانِ خوشی ہے آج کل

ہم ہیں ، وہ ہیں بیخودی ہے آج کل
کیسی رنگیں زِندگی ہے آج کل

ہے مرے آغوش میں وہ ماہتاب
چاندنی ہی چاندنی ہے آج کل

کر رہے ہیں پھر سے وہ تجدیدِ عہد
دِل نیا ، دنیا نئی ہے آج کل

ڈھل رہی ہے اُن کی آنکھوں سے شراب
بے خودی چھائی ہوئی ہے آج کل

مُلتفت ہے وہ نگاہِ غم نواز
دردِ پیہم میں کمی ہے آج کل

بڑھ رہا ہے ہم میں اُن میں اِرتباط
ساری دنیا اجنبی ہے آج کل

ہر تصوّر اُن کے جلووں میں ہے غرق
ہر تخیّل جنّتی ہے آج کل

کس کا مذہب، دین و ایماں چیز کیا؟
کافرانہ زندگی ہے آج کل

دید و محرومی ہے اِمکانِ نگاہ
اپنا غم، اپنی خوشی ہے آج کل

دونوں عالم سے ہوں شعری بے نیاز
اک مسلسل بے خودی ہے آج کل

O

عہد و پیماں کر چکے ہیں اِضطرابِ دِل سے ہم
موج نے پھینکا تو ٹکرا جائیں گے ساحل سے ہم

حُسنِ ہستی کی بلندی سے، حجابِ دل سے ہم
آپ کو آواز دیتے ہیں ہر اک منزل سے ہم

آؤ، آجاؤ! کہ آنے کو ہے پیغامِ سکوں
اب جو نیند آئی تو جاگیں گے بڑی مشکل سے ہم

دیکھنے والی نگاہیں کر رہی ہیں تبصرے
اِک تماشا بن کے اُٹھے ہیں تری محفل سے ہم

آپ اپنی یاد سے کہہ دیں نہ آئے درمیاں
انتقامِ عشق لینا چاہتے ہیں دل سے ہم

اپنی دُنیا، اپنی عقبیٰ، اپنی جنّت ہے یہی
اب اُٹھیں بھی تو کہاں جائیں تری محفل سے ہم

ترک کر دیں رسم اُن سے، چھوڑ دیں اُن کا خیال
مشورے کرتے ہیں تنہائی میں کیا کیا دل سے ہم

کھا چکے ہیں ہم تو ناصح اُن کی نظروں کا فریب
اب تری باتوں میں آئیں گے ذرا مشکل سے ہم

زِندگی کی جان ہے جن کا تصوّر، جن کی یاد
حضرتِ شعریؔ بھلائیں گے اُنہیں کس دل سے ہم

○

حالِ بربادِ محبت کی خبر رکھتے ہیں
غائبانہ وہ مری سمت نظر رکھتے ہیں

ہم وہی کیف، وہی رنگِ اثر رکھتے ہیں
تیرے جلووں کے مقابل کی نظر رکھتے ہیں

جذبۂ شوق کو بے تابِ اثر رکھتے ہیں
جس جگہ چاہتے تڑپادے وہ نظر رکھتے ہیں

تیری مست آنکھوں کے صدقے کہ ترے دیوانے
حُسن کی شام محبّت کی سحر رکھتے ہیں

آپ چھپنے کو چھپے جائیے لیکن ہم بھی
جو حجابات اُلٹ دے وہ نظر رکھتے ہیں

عالمِ ہجر کی تاریک فضائیں توبہ!
ایک ہی رنگ کی ہم شام و سحر رکھتے ہیں

وہ جنہیں کہتی ہے مجذوبِ محبت دُنیا
بے خبر رہ کے زمانے کی خبر رکھتے ہیں

رہروِ راہِ طلب! دیکھ کے چل، ہوش میں آ
دونوں عالم تری لغزش پہ نظر رکھتے ہیں

تو ہے دیوانۂ جذباتِ محبت شعریؔ
تیرے اشعار قیامت کا اثر رکھتے ہیں

خود اپنی سیر کرتا جا رہا ہوں
دو عالم سے گزرتا جا رہا ہوں

انہیں کے دیکھنے کی آرزو ہے
اُنہیں جلووں سے ڈرتا جا رہا ہوں

محبت اور پھر اُن کی محبت
میں اس جینے پہ مرتا جا رہا ہوں

خود اپنی وسعتوں سے دور ہو کر
اُنہیں نزدیک کرتا جا رہا ہوں

مری فطرت کی بیرنگی تو دیکھو
گلوں میں رنگ بھرتا جا رہا ہوں

مری منزل نہیں دنیا و عقبیٰ
بہ مجبوری ٹھہرتا جا رہا ہوں

وہ کچھ یوں محوِ آرائش ہیں شعری
کہ جیسے میں سنورتا جا رہا ہوں

○

آزردۂ خزاں، نہ ہلاکِ بہار ہیں
ہم تو خرابِ جلوہ گہِ حُسنِ یار ہیں

جو بادہ نوشِ چشمِ فسوں کارِ یار ہیں
دُور از حدودِ گردشِ لیل و نہار ہیں

وہ ہیں کہ مطمئن ہیں ہمیں بھولنے کے بعد
ہم ہیں کہ پھر بھی اُن کے لئے بیقرار ہیں

یہ اِلتفاتِ خاص، یہ پیہم نوازشیں
جیسے حقیقتاً وہ مرے غم گُسار ہیں

واعظ ترے غرور نے سمجھا ہے ہم کو کیا؟
ہم مستحقِ رحمتِ آمرزگار ہیں

رحم اے غرورِ عشق، کرم ضبطِ اضطراب!
میرے بغیر وہ بھی بہت بے قرار ہیں

شعریؔ میں اپنی محویتِ شوق کے نثار
محسوس کر رہا ہوں وہ خود ہم کنار ہیں

○

آنکھ اشک آلود، دلِ غم آشنا رکھتا ہوں میں
جو ڈبو دیں مجھ کو ایسے ناخدا رکھتا ہوں میں

کیا برابر کا مذاقِ مُدعا رکھتا ہوں میں
شوقِ بخشش آپ، اور ذوقِ خطا رکھتا ہوں میں

زندگیِ عشقِ بے قیدِ فنا رکھتا ہوں میں
خود کو اس محدود دُنیا سے جُدا رکھتا ہوں میں

اپنے دل سے حُسن کو نا آشنا رکھتا ہوں میں
اک حقیقت، اک حقیقت سے جُدا رکھتا ہوں میں

جانتا ہوں جلوہ ہائے حُسنِ زنگارنگ کو
اِن فریبوں سے قدم بچپا ہوا رکھتا ہوں میں

آرزوئے دیدِ جاناں اور وہ بھی بے نقاب
اپنی ہستی سے زیادہ حوصلا رکھتا ہوں میں

میرے جلوؤں تک پہُنچ سکتی نہیں ہر اک نگاہ
اپنے جلوؤں پر حجاباتِ فنا رکھتا ہوں میں

مجھ کو موجوں کا ہے اندیشہ، نہ طوفاں کا خطر
اِک خدا رکھتا ہوں میں، اِک ناخدا رکھتا ہوں میں

جور و وفا کیسی، وفا کے نام سے بیزار ہیں
ہائے شعریؔ اُن سے اُمیدِ وفا رکھتا ہوں میں

جلوۂ حُسنِ مجازی پہ مِٹا جاتا ہوں
شمع کے دھوکے میں فانوس سے ٹکراتا ہوں

آپ تکلیفِ ستم کس لئے فرماتے ہیں
میں تو خود اپنی وفاؤں سے مِٹا جاتا ہوں

ہو گیا ترکِ مراسم کو زمانہ لیکن
اب بھی جب یاد وہ آتے ہیں تڑپ جاتا ہوں

میں وہ پروانہ ہوں جو شمع کا محتاج نہیں
آتشِ عشق کے شُعلوں سے جلا جاتا ہوں

تجھ کو بھولا نہیں او بھولنے والے میرے!
اعتباراتِ محبّت کی قسم کھاتا ہوں

شمع ہوں اور تجلّی کدۂ ناز سے دُور
اس لئے صبح سے پہلے ہی بُجھا جاتا ہوں

ہائے اُن آنکھوں کا، اُس رُخ کا تصوّر شعریؔ
ہمہ تن کوثر و فردوس ہوا جاتا ہوں

کوئی مجھ سا بھی بے قرار نہیں
ہجر بھی جس کو سازگار نہیں

روح سے قلب میں، دل سے آنکھوں میں
اُن کو بھی اِک جگہ قرار نہیں

جس میں ہوں جھلکیاں مسرّت کی
وہ مری شام اِنتظار نہیں

شرط باندھی ہے زندگی بھر کی
ہم نہیں یا خیالِ یار نہیں

موت کی راہ دیکھنے والے
کیا تجھے اُن کا اعتبار نہیں

میرا دل بن کے رہ گئی شاید
وہ تجلّی جو آشکار نہیں

تیری تعمیلِ حکم ہے ورنہ
زِندگی کس کو ناگوار نہیں

ہوش میں رہ کے ڈھونڈھنے والے
یہ اُصولِ تلاشِ یار نہیں

چشمِ ساقی کے فیض سے شعریؔ
دُور تک کوئی ہوشیار نہیں

مست و مدہوش و بے خبر جائیں
ہر حقیقت سے یوں گذر جائیں

کیوں اِدھر جائیں، کیوں اُدھر جائیں
عشق کے آستاں پہ مر جائیں

درد و غم، ذوق و شوق و بے تابی
مجھ پہ سب حادثے گذر جائیں

قسمت اُن کی ہے اور حیات اُن کی
زندہ رہتے ہوئے جو مر جائیں

دل ہو سوزِ فغاں سے خاکستر
ضبط کرتے رہیں تو مر جائیں

دیدہ و دل تمام تر آغوش
وہ بھی مجبور ہیں کدھر جائیں

ہم تو دل دادۂ مصیبت ہیں
غم میسّر نہ ہو تو مر جائیں

اصل میں منزلِ جنوں ہے وہی
بے ارادہ جہاں ٹھہر جائیں

وہ مرے حالِ زار پر شعری
مسکراتے ہوئے گذر جائیں

اُنہیں دیکھوں یہ حسرت کر رہا ہوں
بڑی معصوم جرأت کر رہا ہوں

خطائے بے نہایت کر رہا ہوں
کہ میں تم سے محبت کر رہا ہوں

جدھر جاتے ہوئے دل کانپتا ہے
اُدھر جانے کی جرأت کر رہا ہوں

شکستہ خاطری بھی ہے بُری شے
عُدو سے بھی محبت کر رہا ہوں

مری نادانیاں تو کوئی دیکھے
ترے ملنے کی حسرت کر رہا ہوں

وہ برہم مجھ سے میں بیزار دل سے
برابر کی محبت کر رہا ہوں

حدودِ زندگی سے باہر آ کر
ترے جلووں میں شرکت کر رہا ہوں

خوشا حالِ تباہِ عشق شعری
زمانے پر حکومت کر رہا ہوں

رازدارِ غم ہوں افسانہ سُنا سکتا نہیں
آہ کر سکتا نہیں آنسو بہا سکتا نہیں

اُف یہ آدابِ تجلّی، ہائے بیتابیٔ شوق
سامنے ہیں وہ مگر نظریں اُٹھا سکتا نہیں

ہاں کبھی فُرقت، کبھی قُربت کبھی کچھ بھی نہ ہو
اِک جگہ تو زِندگی کا لُطف آ سکتا نہیں

پاس آکر کیجئے نظّارۂ سوزِ تمام
فطرتاً جلتا ہے دِل لیکن جلا سکتا نہیں

ہائے اُس کا ضبط، اُس کا صبر، اُس کا اِضطراب
مطمئن ہو کر جو آنسو بھی بہا سکتا نہیں

جب نگاہِ شوق اُٹھی، پھر گئی اُن کی نگاہ
حُسن و اُلفت کی حدیں کوئی مِلا سکتا نہیں

عِشق کا بھی پاس شعری حُسن کا بھی اِحترام
یاد کر سکتا نہیں اُن کو بھُلا سکتا نہیں

اُس نظر کی شراب پیتا ہوں
بادۂ کامیاب پیتا ہوں

پردہ داریِ نظمِ کُن کی خیر
آج میں بے حجاب پیتا ہوں

جُھوم جاتے ہیں عرش و کوثر و خلد
جُھوم کر جب شراب پیتا ہوں

رحمتیں بے حساب ہوتی ہیں
میں جہاں بے حساب پیتا ہوں

سادہ، سادہ نگاہیوں کے نثار
ہلکی ہلکی شراب پیتا ہوں

اُف یہ میرا جلالِ بادہ کشی
گھول کر آفتاب پیتا ہوں

ضبط، اور ضبطِ مستقل شعری
ٹھنڈی ٹھنڈی شراب پیتا ہوں

○

اب تک ہلاکِ جلوۂ حُسنِ یقین ہوں میں
تم نے جہاں فریب دیا تھا وہیں ہوں میں

جذبِ جنونِ عشق کا حاصل ہے میری زیست
جو تار تار ہو گئی وہ آستیں ہوں میں

تنظیمِ بزمِ ناز مُبارک تمہیں مگر
مجھ کو بھی دیکھنا ہے کہاں تک نہیں ہوں میں

صد جلوہ در بغل ہیں مری پائمالیاں
جو عرش سے قریب ہے وہ سرزمیں ہوں میں

فریاد و آہ، نالہ و شیون، جنونِ شوق
اتنی مسرّتوں پہ بھی اندوہگیں ہوں میں

دُنیا سے بے نیاز ہوں، عقبیٰ سے بے خبر
لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں ہوں میں

اِس طرح میرے ضبط کا اندازہ کیجئے
دِل میں ہے درد اور تڑپتا نہیں ہوں میں

اے جنّتِ نظر مری گستاخیاں معاف!
آدابِ بزمِ حُسن سے واقف نہیں ہوں میں

شعریؔ فضائے ہجر بھی ہے خُلد در کنار
وہ خود بھی میرے ساتھ ہیں تنہا نہیں ہوں میں

سوزِ الم سے دُور ہوا جا رہا ہوں میں
وہ تو جلا رہے ہیں بُجھا جا رہا ہوں میں

مانوسِ التفات ہُوا جا رہا ہوں میں
دیکھ اے نگاہ ناز مِٹا جا رہا ہوں میں

جلووں کی تابشیں ہیں کہ اللہ کی پناہ
رنگیں تجلیوں میں گھرا جا رہا ہوں میں

لرزیدہ ہر نگاہ ہے، لغزیدہ ہر قدم
نزدیکِ بزمِ ناز ہُوا جا رہا ہوں میں

یہ آتے جاتے ہے نگہہ غیظ کس لئے
لے آج تیرے در سے اُٹھا جا رہا ہوں میں

راہوں سے آشنا ہوں، نہ منزل شناس ہوں
لے جا رہا ہے شوق، چلا جا رہا ہوں میں

کیفیت اُس نگاہ کی ہمدم بتاؤں کیا
اک موج ہے کہ جس میں بہا جا رہا ہوں میں

یا ابتدائے عشق میں غم میرے ساتھ تھا
یا غم کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا ہوں میں

کیا چیز ہے نویدِ رہائی کہ ہم نفس
جیسے قفس سمیت اُڑا جا رہا ہوں میں

میری تباہیوں پہ زمانے کو رشک ہے
تم تو مٹا رہے ہو بنا جا رہا ہوں میں

شعری یہ کس نے آج نظر مجھ سے پھیر لی
اپنی نظر سے آپ گرا جا رہا ہوں میں

عشق کی بے تابیوں میں زندگی پاتا ہوں میں
اب تو بے تڑپائے بھی اکثر تڑپ جاتا ہوں میں

بے محل راحت سے بھی کس درجہ گھبراتا ہوں میں
منزلیں ملتی ہیں تو بچ کر گذر جاتا ہوں میں

یادِ چشمِ مستِ ساقی، اور لہریں عشق کی
جب بہکتا ہوں بہکتا ہی چلا جاتا ہوں میں

خود محبّت خالقِ کیفیّتِ نظّارہ ہے
اِک نظر میں سیکڑوں جلوے بنا جاتا ہوں میں

وہ بھی مصروفِ کرم ہیں، دل بھی ہے کچھ مطمئن
میری قسمت دیکھئے پھر بھی مٹا جاتا ہوں میں

منتظر وا فسانہ، مرگ و زیست، دوزخ ہیں مرے

پہلے دیکھا جا رہا تھا اب سُنا جاتا ہوں میں

التفاتِ حُسن، پیغامِ وداعِ ہوش ہے

دیکھتے جاتے ہیں وہ اور ڈوبتا جاتا ہوں میں

اشتیاقِ دیدِ بے حد ہے حجاب اندر حجاب

تم تو پردہ کر رہے ہو اور چُھپا جاتا ہوں میں

ختم کب ہوتا ہے میرا ذوق و شوقِ جُستجو

جب وہ ملتے ہیں تو خود کو ڈھونڈنے جاتا ہوں میں

راہِ اُلفت طے کروں تنہا کہاں میری مجال

وہ جہاں تک ساتھ دیتے ہیں چلا جاتا ہوں میں

میکدے کی راہ بھی ہے میکدہ میرے لئے

جھومتا جاتا ہوں شعریؔ جھومتا آتا ہوں میں

بادۂ چشمِ یار پیتا ہوں
جنتوں کا نکھار پیتا ہوں

دیدِ برق و شرار کیا معنیٰ
موجِ برق و شرار پیتا ہوں

لا کے ایماں یقینِ بخشش پر
بہمہ اعتبار پیتا ہوں

چھپ کے پینا مرا شعار نہیں
آشکار، آشکار پیتا ہوں

میرا اس میں قصور کیا شعریؔ
میں تو بے اختیار پیتا ہوں

بے خود بنا کے سامنے آنے سے فائدہ
جب ہم نہیں تو جلوہ دکھانے سے فائدہ

دِل خود ہی برق و شعلہ ہے دل خود ہی حُسن و عشق
پھر اے کلیم طُور پہ جانے سے فائدہ

اچھا حضور مجرمِ اُلفت ہمیں سہی!
اِس سِلسلے کو اور بڑھانے سے فائدہ

اک بار دیکھ لیجئے گہری نگاہ سے
نازک سی چوٹ دل پہ لگانے سے فائدہ

اِتنا نہیں ہے کوئی جو اُن سے یہ کہہ سکے
ہوتا نہیں کسی کے ستانے سے فائدہ

آنکھیں سُبک سُبک ہیں، طبیعت بحال ہے
کچھ تو ہوا ہے اشک بہانے سے فائدہ

شعریؔ خیالِ حُسن سے بھی اِحتیاط کر
تنہائیوں کا لطف مٹانے سے فائدہ

○

جس سمت دیکھتا ہوں نظر آ رہے ہیں وہ
گویا مری نگاہ بنے جا رہے ہیں وہ
رنگیں فضائے حُسن پہ چھایا ہوا ہے عشق
ظاہر ہوا ہوں میں تو چُھپے جا رہے ہیں وہ
اللہ رے کیفِ درد کہ یہ بھی خبر نہیں
میں خود تڑپ رہا ہوں کہ تڑپا رہے ہیں وہ
شعریؔ نصیبِ عشق کے قربان جائیے
میں رو رہا ہوں اور مجھے سمجھا رہے ہیں وہ

رسمِ پیمانہ اُٹھا دے ساقی
اپنی آنکھوں سے پلا دے ساقی

روحِ افسردہ تڑپ کر رہ جائے
برقِ سیّال پلا دے ساقی

شوقِ پیمانہ کہاں تک آخر
غرقِ پیمانہ بنا دے ساقی

کس قدر سرد ہے دنیائے حیات
آج تو آگ لگا دے ساقی

تشنہ لب ہو کے بھی خود دار ہوں میں
خود پلا دے تو پلا دے ساقی

بے تکلف کوئی ساغر کر دے گر
سب حجابات اُٹھا دے ساقی

جانِ شعریؔ تری آنکھوں کے نثار
عمرِ کونین بڑھا دے ساقی

(مسلسل)

آج اُن کی یاد حشر اُٹھاتی چلی گئی
خوابیدہ ولولوں کو جگاتی چلی گئی

دل کو حریفِ حُسن بناتی چلی گئی
آئینہ، آئینے کو دکھاتی چلی گئی

عہدِ گذشتہ یاد دلاتی چلی گئی
اک چوٹ اور دل پہ لگاتی چلی گئی

نزدیکِ دردِ دل اُنہیں لاتی چلی گئی
احساسِ بُعد و قُرب مٹاتی چلی گئی

کتنے حسین روپ میں آتی چلی گئی
اُن سے بھی بے نیاز بناتی چلی گئی

رازو نیازِ حُسن و محبّت چھُپے رہے
در پردہ رسم وراہ بڑھاتی چلی گئی
اِک اِک نفس کو وجد سا آتا چلا گیا
بالکل اُنہیں کے گیت سُناتی چلی گئی
آنکھوں سے بادۂ غمِ ہجراں چھلک پڑا
ذوقِ طلب کی پیاس بڑھاتی چلی گئی
میں اُن کے سامنے رہا وہ میرے سامنے
قیدِ نگاہ و جلوہ ہٹاتی چلی گئی
افسردگی کا حُسن نکھرتا چلا گیا
آشفتگی میں جان سی آتی چلی گئی
شعریؔ میں ایسی یاد پہ سو جان سے نثار
جو مجھ کو میرے دل سے بھلاتی چلی گئی

مضطرب ہو گی پریشانی مری
چھین لیجے مجھ سے حیرانی مری

راہِ غم میں کیوں نہیں اُٹھتے قدم
کیا وہ کرتے ہیں نگہبانی مری

کس کو دیکھوں اُن کا جلوہ دیکھ کر
جذب کر لے مجھ کو حیرانی مری

شاید اُن کا آستانہ آگیا
خود گری پڑتی ہے پیشانی مری

میں ہوں پابندِ خیالِ زلفِ دوست
میرا حِصّہ ہے پریشانی مری

دُور ہی رہنا سُکونِ کائنات!
فِطرتاً ہستی ہے طوفانی مری

رُکتے ہی رُکتے وہ رہ گئے
لے اُڑی مجھ کو پریشانی مری

اُن کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے
ہائے رے آشفتہ سامانی مری

دیکھتی ہے جب ذرا بھی مطمئن
مُسکراتی ہے پریشانی مری

ہر طرف بکھری ہوئی ہیں رحمتیں
مُنفعِل ہے تنگ دامانی مری

اُس نے بھی شعریؔ جو نظریں پھیر لیں
کون دیکھے گا پریشانی مری

جب تک اُن کی نظر نہیں ہوتی — زندگی مُعتبر نہیں ہوتی

یا کبھی شام ہی نہ ہوتی تھی — یا ہماری سحر نہیں ہوتی

لاؤ پھر ڈھونڈ لیں خلش کوئی — زندگی یوں بسر نہیں ہوتی

اور کچھ ہوتی ہے نگاہِ ناز — ناوک و نیشتر نہیں ہوتی

حاصلِ عشق ہے وہی فریاد — جو کبھی با اثر نہیں ہوتی

اے محبّت تجھے خُدا رکھّے! — کچھ نہ تھا تو اگر نہیں ہوتی

تم بھی آکر شریکِ غم ہو جاؤ — ہم سے تنہا بسر نہیں ہوتی

ہائے کم مائگی محبّت کی — اشک سے آنکھ تر نہیں ہوتی

اپنی جانب کبھی نگاہ کریں اِتنی فرصت مگر نہیں ہوتی
دِل میں کچھ اِس طرح وہ آتے ہیں کہ مجھے بھی خبر نہیں ہوتی

زِندگی اِک وبال تھی شعری
کاہشِ غم اگر نہیں ہوتی

زندگی مستِ مئے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
ہوش میں رہ کے بھی غافل کبھی ایسی تو نہ تھی

کیا قیامت ہے ترا حُسنِ ادا، حُسنِ شباب
عام غارت گریٔ دل کبھی ایسی تو نہ تھی

ہر خردمند کھنچا جاتا ہے زِنداں کی طرف
کائنات عشق سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی

اُن کے ہوتے ہوئے بھی ہے مجھے اُن کی ہی تلاش
بے خودی پردۂ حائل کبھی ایسی تو نہ تھی

ساری دنیا کے غم و درد کھنچے آتے ہیں
کششِ ولولۂ دل کبھی ایسی تو نہ تھی

شدّتِ نور سے دیوانہ ہوا جاتا ہوں
تیری قُربت مجھے حاصل کبھی ایسی تو نہ تھی

میری دانست میں شائستۂ اُلفت وہ نہیں
جو یہ کہتا ہے کہ مُشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

تیرے گیسو کے تصدّق، قدِ رعنا والے
عظمتِ دار و سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

تیرے جلووں کی تمنّا نے مجھے پھُونک دیا
آگ ہر سانس میں شامل کبھی ایسی تو نہ تھی

تجھ سے کیا عشق ہوا ہو گئی دُنیا دُشمن
ہر نظر میرے مقابل کبھی ایسی تو نہ تھی

آج اے عشق کوئی نالہ بطرزِ نغمہ
کہہ اُٹھیں وہ مِری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

دورِ آزادی کا کیا حال کہوں اے شعری
اب جو درپیش ہے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

غزل

خدا جانے نظامِ شب میں کتنی برہمی ہوگی
نہ کر فریاد دیوانے انہیں نیند آگئی ہوگی

یہ شانِ خاص یہ ارشاد ہے اُن مست آنکھوں کا
وہیں تک ہم پلائیں گے جہاں تک تشنگی ہوگی

مرے کہنے سے برقِ طور پھر اک بار لہرا دو
نہ مجھ میں فرق آئے گا نہ جلووں میں کمی ہوگی

تصدق کر دیا تھا دِل یونہی سے اِک اشارے پر
مجھے اُن کی نظر اچھی طرح پہچانتی ہوگی

نہ لا ایمان ہر اِک مُدّعی کی رہنمائی پر
اسے اِس رہبری کی آڑ ہی میں رہزنی ہوگی

بس اب نظریں اُٹھاؤ، مُسکراؤ، اور چھا جاؤ
یہ دُنیا آخرش کب تک خرابِ زندگی ہوگی

خطا کے بعد اِنعامِ خطا کا اُن سے طالب ہوں
کسی نے آج تک ایسی بھی گُستاخی نہ کی ہوگی

طلب کا راستہ چل، مشعلِ غم کے سہارے پر
جہاں تک دِل جلائے گا وہیں تک روشنی ہوگی

یہ سوزِ دل یہ بیتابی مری دنیا ہیں اے شعری
تڑپ کر جان دیدوں گا اگر غم میں کمی ہوگی

محبت مدعا میرا، محبت زندگی میری
فضائے عرش تک پھیلی ہوئی ہے روشنی میری

نہ وہ اب کیفِ غم میرا، نہ اب وہ زندگی میری
خدا جانے کہاں پھینک آئی مجھ کو بے خودی میری

فنا آمادہ فطرت اصل میں ہرگز نہ تھی میری
برابر چل رہی ہے داستانِ زندگی میری

جمالِ حُسنِ دل افروز اتنی جلوہ ریزی کر
حقیقت بن کے رہ جائے حیاتِ عارضی میری

یہ دُنیائے تجسّس ایک راہِ غیر فانی ہے
یہاں دامن بچا کر مجھ سے گُذرے زندگی میری

بطرزِ خاص اُن آنکھوں سے پی کر آ رہا ہوں میں
نہیں مرہونِ جام و شیشۂ و مے بے خودی میری

مِری نظریں جواں میں بھی جواں، دل بھی جواں میرا
گُذر جائے اِسی منزل میں یارب زندگی میری

سلامت تیرے جلوے، تیری محفل، تیری رعنائی
بجا اے دوست لیکن پھر بھی رہتی ہے کمی تیری

نہ میری زندگی میں کوئی پہچانا مجھے شعری
نہیں ہوں میں تو اب محسوس ہوتی ہے کمی میری

زندگی

کیجیے کس طرح پھر شرح و بیانِ زندگی
زندگی خود ہی نہیں جب رازدانِ زندگی

اب اِسے نغمہ سمجھ لو یا فغانِ زندگی
ایک دُھن میں کہہ رہا ہوں داستانِ زندگی

ہوشیار اے جذبۂ ضبطِ فغانِ زندگی
نامکمّل رہ نہ جائے داستانِ زندگی

ہائے رے شوقِ تسلسل، اُف رے جوشِ اضطراب
ایک منزل پر نہ ٹھہرا کاروانِ زندگی

توڑ کر ہر قید ہو جا مسکنِ اصلی ہیں جذب
زندگی کیا اور کیسا یہ مکانِ زندگی

بے قرارِ آرزو کو مسکرا کر دیکھ لو
زندگی میں ڈال دو اک اور جانِ زندگی

حُسنِ رنگیں تیری اک موجِ تبسّم کے نثار
نغمہ بن جائیں ابھی آہ و فغانِ زندگی

اک بہانہ ڈھونڈھتے ہیں جان دینے کیلئے
کس قدر بیزار ہیں آزردگانِ زندگی

سادہ سادہ سی رہی جاتی تھی رُودادِ حیات
عشق نے رنگین کر دی داستانِ زندگی

حُسن سے نظریں مِلائی تھیں بس اِتنا یاد ہے
پھر جو دیکھا لُٹ چکا تھا کاروانِ زندگی

ہائے شعری وہ ستمگر دشمنِ جاں ہو گیا
آج تک سمجھا کیا میں جس کو جانِ زندگی

وہ کہتے ہیں ہمیں تم سے محبت ہو نہیں سکتی
حقیقت دیکھیئے کب تک حقیقت ہو نہیں سکتی

شعارِ زندگی پاکیزہ فطرت ہو نہیں سکتی
بغیرِ غم مکمّل آدمیّت ہو نہیں سکتی

نگاہِ مست کے ساغر وہ یوں تقسیم کرتے ہیں
کہ محفل میں کسی کو بھی شکایت ہو نہیں سکتی

محبّت میں جو ناممکن ہے ممکن ہو ہی جاتا ہے
وہ حالت ہو کے رہتی ہے جو حالت ہو نہیں سکتی

جسے اچھّا کہا ناصح اُسے کیسے بُرا کہہ دیں
ارے ہم سے یہ توہینِ محبّت ہو نہیں سکتی

مناسب ہو تو دِل سے آرزوئیں اپنی لے جاؤ
کہ ہم سے خود ہی اب اپنی حِفاظت ہو نہیں سکتی

قیامت ہے کہ سب کو اپنا افسانہ سُناتا ہوں
شکایت جن سے ہے اُن سے شِکایت ہو نہیں سکتی

نہ دیکھے مُسکرا کر کیوں مُحبّت کی تباہی کو
نِگاہِ ناز اِتنی بے مُروّت ہو نہیں سکتی

ہمیں تُم نے سَتایا ہے، رُلایا ہے، مِٹایا ہے
یہ باتیں اُن سے کہہ دیں اِتنی جُرأت ہو نہیں سکتی

تُمہارے نام سے بیمار آنکھیں کھول دیتا ہے
یہ کوئی اور کیفیّت ہے غفلت ہو نہیں سکتی

محبّت ایک عالم ہے دو عالم سے الگ شعریؔ
یہاں دُنیا شریکِ رنج و راحت ہو نہیں سکتی

غزل

ہوئی جاتی ہے غرقِ شوق کشتی اہلِ ایماں کی
کہاں تک آ گئیں موجیں نگاہِ کفر ساماں کی

کوئی یک رنگیاں دیکھے جنونِ فتنہ ساماں کی
جو صورت ہے گریباں کی وہی صورت ہے داماں کی

تبسم غنچۂ لب کا، تجلّی روئے تاباں کی
فسانہ ہے بہاروں کا، کہانی ہے گلستاں کی

سرِ بالیں مسیحا بن کے کس کا تذکرہ آیا
اُبھر آئی ہیں نبضیں ڈوب کر بیمارِ ہجراں کی

بہار آنے کی خوشیاں ہیں، جنوں کا دور دورہ ہے
لٹاتا پھر رہا ہوں دھجیاں جیب و گریباں کی

ہرے کیا ہو نہیں سکتے مِرے زخمِ جگر ہمدم
قفس تک کیا ہوائیں آ نہیں سکتیں گلستاں کی

اُدھر سبزے نے لی انگڑائی غنچوں کو ہنسی آئی
اِدھر ہونے لگیں آرائشیں چاکِ گریباں کی

الٰہی ساتھ دینا ایک بے کس مرنے والے کا!
بھیانک رات اور پھر رات بھی گورِ غریباں کی

وہاں نغمے سُناتے تھے یہاں فریاد کرلیں گے
قفس میں بھی ادا ہو جائیں گی رسمیں گلستاں کی

بِنائے آشیاں رکھتا ہوں اِک نازک سی ڈالی پر
الٰہی راس آجائے ہَوا صحنِ گلستاں کی

مِٹا کر مجھ کو شعریؔ آج وہ مغموم بیٹھے ہیں
کوئی معصومیت دیکھے اِس اندازِ پشیماں کی

نظر نے نظر سے ملاقات کرلی
رہے دونوں خاموش اور بات کرلی

زمانے میں اُس نے بڑی بات کرلی
خود اپنے سے جس نے مُلاقات کرلی

بس اَب ناصحِ مہرباں ! مہربانی
بہت تو نے توہینِ جذبات کرلی

زمانے کی بدلی ہوئی ہیں نگاہیں
سرِ بزم کیوں آپ نے بات کرلی

عجب حال ہے اپنا دیوانگی میں
کہیں دِن گزارا، کہیں رات کرلی

محبّت کی خاطر زمانے کو چھوڑا
جو تم چاہتے تھے وہی بات کرلی

تصوّر کی محفل سے یوں آرہا ہوں
کہ جیسے اُنہیں سے ملاقات کرلی

بس اب اِس قدر رسم باقی ہے اُن سے
کہیں مِل گئے تو کوئی بات کرلی

زہے حُسنِ ذوقِ تصوّر کہ اُن سے
اِرادہ کیا اور ملاقات کرلی

سرِ بزم اُس نے ہمارے علاوہ
اِدھر بات کرلی، اُدھر بات کرلی

محبّت کے نغمے سُناتے پھروگے
جو شعریؔ سے تم نے ملاقات کرلی

ہجر کی رات مختصر نہ ہوئی — زندگی کٹ گئی سحر نہ ہوئی

ہم بھی دیتے جوابِ خُلد مگر — ہائے رے تیری رہگذر نہ ہوئی

کس قدر وضع دار تھی وہ نگاہ — بے خبر ہو کے باخبر نہ ہوئی

حشرِ جذبات دِل میں برپا ہے — اک قیامت ہوئی نظر نہ ہوئی

دِل سے نکلی تھی مضطرب فریاد — خیر گذری کہ با اثر نہ ہوئی

میں بھی گریاں تھا، وہ بھی گریاں تھے — ایسی پھر آج تک سحر نہ ہوئی

کر گئی کام اِک یونہی سی نگاہ — مجھ کو کیا اُن کو بھی خبر نہ ہوئی

بارہا اُن کے ہجر میں شعریؔ
رو لیے ہم اور آنکھ تر نہ ہوئی

اکثر مرے کانوں میں یہ آواز بھی آئی
جیسے کوئی کہتا ہو محبّت کی دُہائی

اِک تم ہو کہ قابو میں تمہارے ہے خدائی
اِک ہم کہ محبّت بھی ہمیں راس نہ آئی

حالات کی رفتار نے سمجھا ہے ہمیں کیا
ہم موڑ کے رکھ دیں گے زمانے کی کلائی

اِقرارِ محبّت کا بدل ہی گیا مفہوم
ظالم ترے معصوم تبسّم کی دہائی

اب دیکھئے ہوتا ہے خدا کس کا طرفدار
اک سمت محبّت ہے تو اک سمت خدائی

رہبر کو اسی سے مِلا منزل کا ٹھکانا
جو شمع سرِ راہ گذر ہم نے جلائی

افسردہ ہیں گُل، غنچے ہیں مرجھائے ہوئے سے
اِس طرح بہار آئی تو کِس کام کی آئی

جلوؤں کی شعاعوں سے جھپک ہی گئی آنکھیں
وہ سامنے آئے تو نظر کام نہ آئی

تنہائیِ فرقت کی اُداسی ارے توبہ!
شعری مجھے خود اپنی بھی آواز نہ آئی

جنونِ شوق میں آفسردگی آیا نہیں کرتی
محبّت ہے وہ چنگاری جو کجلایا نہیں کرتی

شبِ فرقت کی تنہائی سے میں گھبرا کے مر جاتا
غضب ہوتا جو اُن کی یاد بھی آیا نہیں کرتی

اِک ایسا دَور بھی آتا ہے دَورانِ محبّت میں
ہنسی کی بات پر بھی جب ہنسی آیا نہیں کرتی

مَحبّت کو مُسلسل جوشِ طُوفاں کی ضرورت ہے
کنارے پر یہ دُنیا پرورش پایا نہیں کرتی

خبر بھی ہے تجھے او ہجر کی شب جاگنے والے!
نصیبِ عشق سوتا ہے تو نیند آیا نہیں کرتی
بُھلا لیتے ہیں دِل دُنیا کا کچھ رنگین سے پردے
بذاتِ خود حقیقت سامنے آیا نہیں کرتی
زمانہ کِس طرح واقف ہو برقِ عشق سے شعریؔ
جو بجلی دِل پہ گرتی ہے نظر آیا نہیں کرتی

اَب روکے سے کَب رُکتی ہے فریاد کسی کی
نِشتر کی طرح چُبھنے لگی یاد کسی کی
تھم تھم کے برستی ہیں گھٹاؤں پہ گھٹائیں
رِہ رِہ کے رُلاتی ہے مجھے یاد کسی کی

تڑپاتا ہوا آیا ہے پھِر دھیان کِسی کا
مَنڈلاتی ہوئی آئی ہے پھِر یاد کسی کی
میں خود کو بھی کھویا ہوا پاتا ہوں ہمیشہ
اِتنی بھی کِسی کو نہ رہے یاد کسی کی

یوں دیکھا کہ پھر دید کی ہر وقت رہی دُھن
یوں آئی کہ آکر نہ گئی یاد کسی کی

میں مِٹ گیا لیکن نہ مِٹا عشق کسی کا
دل مٹ گیا لیکن نہ مِٹی یاد کسی کی

پھر غور کروں عشق کے انجام پہ شعریؔ
تنہا مجھے رہنے دے اگر یاد کسی کی

راحتِ غم جاودانی ہوگئی زندگانی ، غیر فانی ہوگئی
دِل پہ اُن کی حکمرانی ہوگئی ہر مصیبت ، شادمانی ہوگئی
تیرے دم سے اے متاعِ دردِ دل زندگانی ، زندگانی ہوگئی
ہر طرف دنیا پہ چھایا ہے سکوت ختم کیا دِل کی کہانی ہوگئی
مجھ سے چھپ کر چپکے چپکے اُن کی یاد دِل سے بھی اب بدگمانی ہوگئی
دِل سے شعلے اُٹھ کے آنسو بن گئے آگ یوں پگھلی کہ پانی ہوگئی

آج شعریؔ میری رودادِ حیات
اُن کے جلووں کی کہانی ہوگئی

○

دِل کا مِٹنا نہیں ہے بات کوئی
اَب بھی کر لے جو التفات کوئی

مُسکراتی ہوئی نگاہوں سے
کہہ گیا میرے دل کی بات کوئی

ہو گیا بے نیازِ حُسن سے عشق
اَب نہ فرمائے التفات کوئی

نگہۂ شوق سے ہوئے بیزار
یہ بھی تھی برہمی کی بات کوئی

زِندگی نام ہے تڑپنے کا
ڈھونڈھے کاہشِ حیات کوئی

ہائے کچھ بھی نہ کہہ سکا شعریؔ
سُننے آیا تھا دل کی بات کوئی

سرِ محفل خود آئے اپنی محفل دیکھنے والے
اب آنکھیں بند کرلیں حقّ و باطل دیکھنے والے

سنبھلنا او خرد کا زعمِ باطل دیکھنے والے
بھٹک جاتے ہیں اکثر خوابِ منزل دیکھنے والے

محبّت اُن سے کی ہے ہجر کے صدمے اُٹھانے کو
مری ہمّت ذرا دیکھیں مرادِ دل دیکھنے والے

بہت آشفتہ کار اُٹھے بہت دیوانہ وار آئے
بذاتِ خود نہ لوٹے اُن کی محفل دیکھنے والے

حریفوں کی نظر اب بھی گلستانِ وطن پر ہے
رہیں ہشیار آزادی کی منزل دیکھنے والے

مجسّم اُس کا جلوہ ہوں، مکمّل اُس کی محفل ہوں
مجھے باطل نہ سمجھیں نقشِ باطل دیکھنے والے

محبّت ہی محبّت ہوں، لطافت ہی لطافت ہوں
مجھے دیکھیں گے اب شعری کی شکل دیکھنے والے

کبھی حصولِ الم میں کمی نہ کی میں نے
تمام عمر تڑپ کر گذار دی میں نے

پسند کی نہ خودی اور نہ بیخودی میں نے
بدل کے رکھ دیا عنوانِ زندگی میں نے

کسی پہ دِل کو مِٹا کر کچھ اس طرح خوش ہوں
کہ جیسے دولتِ کونین لوٹ لی میں نے

مری نگاہ میں ہیں انقلاب دُنیا کے
تری نگاہ کی دیکھی ہے برہمی میں نے

جفائے حسن، ستم ہائے دِل، اذیّتِ شوق
قبول کر لیا سب کچھ ہنسی خوشی میں نے

کبھی ملے تمہیں فرصت تو سوچنا تم بھی
کہ کیوں شکست کیا رَبطِ باہمی میں نے

جو تو نہیں تو نہ ہو یوں بھی مطمئن ہوں میں
ترے خیال سے کرلی ہے دوستی میں نے

جما لیا دلِ بیتاب پر ترا نقشہ
نظر ملی تھی کہ تصویر کھینچ لی میں نے

ابھی ہے وقت کہ آجاؤ اور مِل جاؤ
ابھی بجھائی نہیں شمعِ زندگی میں نے

بڑھا کے داغِ محبّت کی تابشِ رنگیں
فلک سے مشعلِ خورشید چھین لی میں نے

فنا کو اب مِری ہستی سے واسطہ نہ رہا
بنا لیا ہے محبّت کو زندگی میں نے

فسُردہ ہو کے اُسی بزم سے اُٹھا شعری
جہاں اُٹھائے بہت لُطفِ زندگی میں نے

بربادِ شامِ فرقت محوِ فغاں نہیں ہے

دِل ہے کہ جل رہا ہے لیکن دُھواں نہیں ہے

کب چشمِ آرزو سے دریا رواں نہیں ہے

دِل ناتواں ہے لیکن غم ناتواں نہیں ہے

رنگِ الم نہیں ہے حُسنِ فغاں نہیں ہے

اَب ہم وہاں ہیں شعری کچھ بھی جہاں نہیں ہے

کرنی ہے اُن کے در پر تکمیلِ سجدہ ریزی

یا اب جبیں نہیں ہے یا آستاں نہیں ہے

میری تباہیوں پر تُم یُوں نہ مُسکراؤ
دیکھو ابھی کسی کو تُم پر گُماں نہیں ہے

مِٹ جاؤں راہِ غم میں پھِر واقعہ کہوں گا
یعنی ابھی مکمّل یہ داستاں نہیں ہے

دِل اور جاں کا مِٹنا شعریؔ تجھے مُبارک!
نازک سا کوئی پردہ اَب درمیاں نہیں ہے

اُنہیں افسردہ دیکھوں کس نظر سے
میں باز آیا محبّت کے اثر سے

ابھی اک شخص گذرا تھا اِدھر سے
جوانی برسی پڑتی تھی نظر سے

دِلوں کی آڑ میں آ ہی گئے وہ
پریشاں ہو کے اربابِ نظر سے

مُجھے منظور ہے اپنی تباہی
اب آنسو پونچھ لیجے چشمِ تر سے

کہاں کونین میں اُس کا ٹھکانا
اُٹھا دیں آپ جس کو اپنے در سے

نہ اُن کو چھُو سکا دستِ تمنّا
وہ یوں گذرے مقاماتِ نظر سے

یہ ہے دیدار کا انجام شعریؔ
ہمیں خود چھُپ گئے اپنی نظر سے

واقف نہیں ہوں حُسن و محبّت کی راہ سے
تسکین مانگتا ہوں اور اُن کی نگاہ سے

تنہائیوں میں کھیل رہا ہوں نگاہ سے
جلوے سمیٹ لایا ہوں اِک جلوہ گاہ سے

ہر وقت میرے پاس ہیں، ہر لحظہ میرے ساتھ
چھُپتا ہے کوئی یوں بھی کسی کی نگاہ سے

اب کرسکے تو عشق کی منزل کرے گریز
ہم نے بھی ٹھان لی ہے نہ لوٹیں گے راہ سے

ہر چند مُشتِ خاک ہوں لیکن خطا مُعاف!
تیرے کرم کی دُھوم ہے میرے گُناہ سے

چُھپ کے ہی چُھپے عشق میں ہونا ہے پائمال
لینا ہے اِنتقام تُمہاری نِگاہ سے

لوگوں کو تبصرے کا نہ موقع ملے کہیں
بے وقت جا رہا ہوں تری جلوہ گاہ سے

اِس خوف سے کہ اور نہ بڑھ جائے برہمی
آواز دے رہا ہوں اُنہیں میں نِگاہ سے

شعری جہاں کی تلخ مزاجی ہے ناگوار
لیکن نباہنا ہے کسی کی نِگاہ سے

ہوا غرقِ اَلم جب وہ نِگاہیں مِل گئیں دِل سے
مِری کشتی شکستہ ہو گئی ٹکرا کے ساحِل سے

محبّت کی تپش کم ہو نہیں سکتی مِرے دِل سے
بُجھے گی تیری محفِل میں لگی ہے تیری محفِل سے

تِری بے اِعتنائی کے تصدُّق یہ تو سمجھا دے
کہاں جائے وہ دیوانہ جو اُٹھّے تیری محفِل سے

اُنہیں افسانۂ فُرقت سُناؤں یہ تمنّا ہے
کہ جِن کے سامنے میں بات بھی کرتا ہوں مُشکل سے

زمانہ ہنس رہا ہے تُو ہے محویّت کے عالم میں
بس اب تو سر اُٹھا دیوانے باتیں ہو چکیں دِل سے

بُجھی جاتی ہے شمعِ بزم، گُل مُرجھائے جاتے ہیں
یہ ٹھنڈی سانس لے کر کون اُٹھا تیری محفل سے

مُسلسل آئے جاتی ہے، برابر چھائے جاتی ہے
کسی کی یاد کو شعریؔ محبّت ہے مِرے دِل سے

فغاں کو ضبط کے آغوش میں چھپائے ہوئے
فریب دیتے ہیں اُن کو فریب کھائے ہوئے

میں دل کے داغوں کو سینے سے ہوں لگائے ہوئے
کہ یہ چراغ ہیں سب آپ کے جلائے ہوئے

جہانِ غم کی کوئی ہم سے راحتیں پوچھے
کہ ہم ہیں دردِ محبّت کی چوٹ کھائے ہوئے

ہماری جرأت و ہمّت کا پوچھنا کیا ہے
قضا کو پھرتے ہیں ہم زندگی بنائے ہوئے

کسی فریبِ تجلّی میں آ نہیں سکتے
جو ہیں تُمہاری نظر کے فریب کھائے ہوئے

وہ خود ہوئے تھے مُخاطب ہماری سمت مگر
ہمیں گُذر گئے اُن سے نظر چُرائے ہوئے

نَفس نَفس ہے پریشاں، نظر نظر ہے اُداس
کہیں سے آئے ہیں شعریؔ لُٹے لُٹائے ہوئے

جلوہ ریزی کا یہ کیا دستور ہے
جو تجلّی ہے وہ شمعِ طُور ہے

وہ اگر خوش ہے، اگر مسرور ہے
دردِ فُرقت بھی مجھے منظور ہے

دِل کی بربادی کا دے کیا عشق ساتھ
اس جگہ تو حُسن بھی مجبور ہے

جا رہا ہوں لے کے عرضِ شوقِ دید
کاش وہ کہدیں ہمیں منظور ہے!

تیرے جلووں کا امانت دار ہوں
دِل کا ہر چھالا چراغِ طُور ہے

پھر سے ہو دار و رسن کا اہتمام
میرے دِل میں جذبۂ منصور ہے

لوگ کہتے ہیں کہ شعری آج کل
بے پیئے ہی مست ہے، مخمور ہے

اب تو حالت عجیب ہماری ہے — بات سے پہلے اشک باری ہے

کیف ہی کیف دل پہ طاری ہے — چشمِ ساقی کا فیض جاری ہے

ہیں نظر میں نظر نہیں آتے — پردہ داری سی پردہ داری ہے

کیا نہیں آپ کی عنایت سے — درد ہے، غم ہے، بے قراری ہے

دیکھنے سے نظر نہیں بھرتی — اُن کی صورت بھی کتنی پیاری ہے

وہ یہ کہتے ہیں ہم تمہارے ہیں — ساری دُنیا بس اب ہماری ہے

عالمِ عشق کیا کہوں شعریؔ
بے خودی ہے نہ ہوشیاری ہے

○

عشرتِ شوق غمِ انجام ہوئی جاتی ہے
صبح بھی میرے لئے شام ہوئی جاتی ہے

سُن رہا ہوں کہ وہ ہونے کو ہیں مائل بہ کرم
کیا قیامت دلِ ناکام ہوئی جاتی ہے

عشق خود مضطرب الحال پریشاں فطرت
وہ نظر مفت میں بدنام ہوئی جاتی ہے

رحم کر رحم، بس اے زیست کی رسمِ باطل
کیوں مرے واسطے الزام ہوئی جاتی ہے

ایسے عالم میں تو چہرے سے اُٹھا دو پردہ
کہ نظر وقفِ در و بام ہوئی جاتی ہے

آنکھ بھی تر نظر آتی ہے گدازِ دل سے
ہائے رے دولتِ غم عام ہوئی جاتی ہے

کُلفتِ ہجرِ مسلسل کی قسم ہے شعریؔ
زندگی، موت کا پیغام ہوئی جاتی ہے

ٹپّہ

مست ہو کر بادۂ بے جام سے
ہٹ گیا ہیں گردشِ ایام سے

آشنا ہوں قُربِ نیک انجام سے
ڈر رہا ہوں آنے والی شام سے

سونے والے صبح تک آرام سے
کوئی تیرا منتظر ہے شام سے

حُسن و اُلفت لازم و ملزوم ہیں
جام شیشے سے ہی شیشہ جام سے

اب بھی دیوانے نہیں اِتنا ہوش ہے
مُسکرا دیتا ہے اُن کے نام سے

طُور کی حد چھوڑتا جاتا ہے عشق
بچ کے چلتا ہے مذاقِ عام سے

تیرے صدقے او نگاہِ بے نیاز
جوڑ دے آغاز کو انجام سے

الحذر! اے عشقِ تنہا کائنات
وہ پُکاریں تجھ کو اپنے نام سے

اہلِ دل تیری طلب کی چھاؤں میں — روتے روتے سو گئے آرام سے

وہ اگر مل جائیں تو کیا حشر ہو — دل لرز جاتا ہے جن کے نام سے

میری بربادی پہ کیوں ہے اضطراب — آپ مستثنیٰ ہیں اس الزام سے

ہاں وہی شعری، وہی بربادِ شوق
آپ تو واقف ہیں اُس کے نام سے

○

دُھندلا دُھندلا نقشِ ہست و بود ہے
کِس قدر دُنیا غُبار آلود ہے

دِل پریشاں، آنکھ اَشک آلود ہے
اِس طرح تو ضبطِ غم بے سُود ہے

میں تو اِس تنہا حقیقت کے نِثار
جو ابھی ساجد، ابھی مسجود ہے

اللہ اللہ رے فریبِ راہِ شوق
ہر قدم پر منزلِ مقصود ہے

چاہے جِس صُورت میں وہ جلوہ دِکھائیں
ذوقِ نظّارہ تو لامحدود ہے

اِس اَدا سے عرش بھی خالی نہیں
ہر جگہ ذوقِ نظر مَوجُود ہے

جِس کو چاہے عِشق کر لے اِنتخاب
ہر طرح کی زِندگی موجود ہے

دِل کو خاکستر ہوئے مُدّت ہوئی
شعلۂ غم آج بھی موجود ہے

مجُھ سے میری زِندگیِ شعری نہ پُوچھ
ہر نفس کم بخت غم آلود ہے

○

محبّت مکاں ہے، محبّت مکیں ہے
چلے آؤ ایسے ہیں کوئی نہیں ہے

نہ قائم فلک ہے، نہ ساکن زمیں ہے
مگر دلِ ازل سے جہاں تھا وہیں ہے

بہت مہ جبیں ہے، بہت نازنیں ہے
مرا عشق تم سے زیادہ حسیں ہے

فضائے شبِ غم میں کھویا ہوا ہوں
مجھے اُن سے ملنے کی فرصت نہیں ہے

محبّت ہی دنیا، محبّت ہی عُقبیٰ
محبّت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

بس اِک اپنی دُھن میں چلا جا رہا ہوں
مرے ذہن میں کوئی منزل نہیں ہے

تڑپ دونوں جانب برابر ہے لیکن
نہ اُن کو یقیں ہے نہ مُجھ کو یقیں ہے

تُم اپنی نظر سے بھی خود کو نہ دیکھو
محبّت کو یہ بھی گوارا نہیں ہے

سکونِ اَلم کی دُہائی ہے شعریؔ
کئی روز سے دِل پریشاں نہیں ہے

○

دِل نے چھیڑا نغمۂ اُلفت کچھ اِس انداز سے
خود تڑپ کر وہ نکل آئے حریمِ ناز سے

حُسن کب چونکا شکستِ شوق کی آواز سے
ساز ہی میں رہ گیا نغمہ نکل کر ساز سے

آؤ، آکر تُم خود ایسے میں نگہبانی کرو
بڑھ نہ جائے بے خودی میری حُدودِ راز سے

کِس قیامت کی لطافت، کِس بلا کی نغمگی
دِل کی دھڑکن مِلتی جُلتی ہے تری آواز سے

عشرتِ جنّت تری بے اِلتفاتی کے نثار
لے اُٹھا جاتا ہوں میں خود جلوہ گاہِ ناز سے

دیکھنا! اے اضطرابِ دِل کہیں وہ تو نہیں
یہ مجھے کِس نے پُکارا پردہ ہائے راز سے

آجؔ شعریؔ بے خبر سا، مست سا، مدہوش سا
لڑکھڑاتا آ رہا ہے جلوہ گاہِ ناز سے

[illegible]

○

دُنیا کے واسطے، نہ زمانے کے واسطے
ہم ہیں تمہارے ناز اُٹھانے کے واسطے

کافی ہیں حُسن و عشق زمانے کے واسطے
عُنوان مِل گئے ہیں فسانے کے واسطے

نظّارگی کا لطف اُٹھانے کے واسطے
دِل چاہیئے نِگاہ مِلانے کے واسطے

سُننے کے واسطے نہ سُنانے کے واسطے
رازِ اَلم مِلا ہے چھُپانے کے واسطے

صدقے کریں متاعِ محبّت پہ زندگی
اِک نقش چھوڑ جائیں زمانے کے واسطے

رہنا مگر سنبھل کے ذرا جُرأتِ نگاہ
بیتاب ہیں وہ جلوہ دکھلانے کے واسطے

اللہ رے تیرے غم کی حقیقت طرازیاں
افسانہ بن گیا ہوں زمانے کے واسطے

بیتاب ہوں کو میری مُبارک شکستِ عہد
پھر جا رہا ہوں اُن کو منانے کے واسطے

وہ حاصلِ نگاہ ہیں شعریؔ زہے نصیب!
میں عشقِ معتبر ہوں زمانے کے واسطے

○

جس طرف بھی دیکھئے برقِ جمالِ یار ہے
دِل جو روشن ہو تو پھر دیدار ہی دیدار ہے

کاش! ایسے میں وہ آجائیں نقاب اُلٹے ہوئے
دِل بھی اپنے ہوش میں ہے آنکھ بھی بیدار ہے

قطع ہوتی جارہی ہیں زِندگی کی منزلیں
ہر نفس اپنی جگہ چلتی ہوئی تلوار ہے

میرے دِل سے پوچھئے مرگِ محبّت کے مزے
بے طلب ہی جان دینے کے لئے تیار ہے

آرزوئے عشق بھی ہے تشنہ کامِ آرزو
زِندگی کو خود نئی اِک زِندگی درکار ہے

آج وہ خود آئیں گے شاید لباسِ درد میں
دِل کی دھڑکن میں خرامِ ناز کی جھنکار ہے

ہم کو بھی شعریؔ سے مِلنے کا ہوا تھا اِتّفاق
آدمی خوش فکر ہے، خوش خُلق ہے، خود دار ہے

اِشارے کر رہے ہیں رنگِ محفل دیکھنے والے
نگاہیں پھیر لے او جانبِ دِل دیکھنے والے

جمالِ حُسنِ لیلیٰ دیکھ، محمل دیکھنے والے
یہ پردہ بھی اُلٹ دے جلوۂ دل دیکھنے والے

ذریعہ یہ بھی ہے تیرے کنارے تک پُہنچنے کا
ڈبو دے اپنی کشتی بُعدِ ساحل دیکھنے والے

محبّت ہی محبّت ہے، تجلّی ہی تجلّی ہے
مری نظروں سے دیکھیں تیری محفل دیکھنے والے

مجھی پر تہمتِ جرمِ محبّت تا بکے آخر
ذرا اُن کو بھی دیکھا آئیں مرا دل دیکھنے والے

کہیں اِس وہمِ خوش منظر میں گُم ہو کر نہ رہ جانا
ارے او جلوہ ہائے حُسنِ باطل دیکھنے والے

پریشاں اہتمامِ حشر سے، آزردہ جنّت سے
یہ دیوانے ہیں شاید اُن کی محفل دیکھنے والے

بجائے خود حقیقت ہوں، بطورِ خود تجسُّس ہوں
بُہت پیچھے ہیں مجھ سے حقّ و باطل دیکھنے والے

زمانہ کیا مِٹائے گا ہمارے عزم کو شعری
کہ ہم تو عینِ طوفاں بیں ہیں ساحل دیکھنے والے

○

اُن کی طلب کا جذبہ بیدار ہو گیا ہے
راتوں کو نیند آنا دُشوار ہو گیا ہے

جب وعدہ کرتے کرتے وہ مُسکرا دیئے ہیں
اِقرار رُخ بدل کر اِنکار ہو گیا ہے

اکثر محبّتوں نے گھبرا کے آہ کی ہے
اکثر وہ سوتے سوتے بیدار ہو گیا ہے

ہم ایک دوسرے کی آواز سُن رہے ہیں
اور عشق درمیاں کی دیوار ہو گیا ہے

پھر طُور پر کسی دن تکلیفِ جلوہ ریزی
بے ہوش ہونے والا ہشیار ہو گیا ہے

یوں ہی سی اِک توجّہ اُس کی طرف خُدارا
جو اپنی زِندگی سے بیزار ہو گیا ہے

اَب ترکِ آرزو پر مجبور کر رہے ہو
جب تم کو بھُول جانا دشوار ہو گیا ہے

ہر لحظہ بیقراری رہتی ہے مُجھ کو شعریؔ
دِل کو نہ جانئے کیا آزار ہو گیا ہے

○

محبّت بڑھانے کو جی چاہتا ہے
اُنہیں بھول جانے کو جی چاہتا ہے

اُنہیں ہاں اُنہیں جو سراپا سِتم ہیں
گلے سے لگانے کو جی چاہتا ہے

کل آئے تھے جس بزم سے لُٹ لُٹا کر
وہیں آج جانے کو جی چاہتا ہے

ہمیں ہم کہاں تک کریں اشک باری
اُنہیں بھی رُلانے کو جی چاہتا ہے

کوئی غم نیا ملنے والا ہے شاید
جو پھر مُسکرانے کو جی چاہتا ہے

کہاں تک کریں احترامِ تجلّی
نگاہیں اُٹھانے کو جی چاہتا ہے

ضُرورت ہے پھر عشق کو تازگی کی
نئی چوٹ کھانے کو جی چاہتا ہے

وہ سُننے کو بیٹھے ہیں افسانۂ غم
حقیقت چُھپانے کو جی چاہتا ہے

ارادہ ہے ضبطِ مُسلسل کا شعریؔ
قیامت اُٹھانے کو جی چاہتا ہے

بڑھا کے سرحدِ ادراک سے نظر میں نے
اُٹھا دیئے ہیں حجاباتِ معتبر میں نے

فریبِ حُسن ، فریبِ اَدا ، فریبِ خیال
وہ سامنے تھے اُٹھائی جہاں نظر میں نے

یقینِ عشق سلامت ، وقارِ عشق کی خیر!
کہ آج اُن سے چُرائی ہے پھر نظر میں نے

جہاں سے کعبے نے اے شیخ عظمتیں پائیں
اُس آستاں پہ جُھکایا ہے اپنا سر میں نے

ترے کہے سے کروں ترکِ عشق کیا ناصح!
یہ غم خریدا ہے کونین بیچ کر میں نے

بہارِ خُلد بھی اِک چیز یوں تو ہے واعظ!
مگر وہ بزم لُٹا دی جہاں نظر میں نے

کسی کے حُسنِ پریشاں کو دیکھ کر شعری
کیا ہے اپنی نگاہوں کو مُنتشر میں نے

○

نہ غم و خوشی سے مطلب، نہ لگاؤ جسم و جاں سے
میں وہاں پہنچ گیا ہوں وہ قریب ہیں جہاں سے

مری عظمتوں کو پوچھے کوئی میرِ کارواں سے
میں بچھڑ بچھڑ گیا ہوں کئی بار درمیاں سے

میں چھپا رہا ہوں اب تک وہی راز، رازداں سے
جو برس پڑے نظر سے جو چھلک پڑے زباں سے

مری زیست عشق اُن کا، مری موت عشق اُن کا
وہیں انتہا بھی ہوگی ہوئی ابتدا جہاں سے

مہ و مہر و غنچہ و گُل ہیں بہت حسین لیکن
تِرے حُسن کی لطافت کوئی لائے گا کہاں سے

مِرا حالِ دِل نہ پوچھو، مِری بے کسی کو دیکھو!
وہ نظر سے کہہ رہا ہوں جو نہ کہہ سکا زباں سے

وہ جبیں کسی کے دَر پر نہ جُھکی نہ جُھک سکے گی
جسے خاص نسبتیں ہیں تِرے سنگِ آستاں سے

رُخِ جلوۂ حقیقت کہیں ہو نہ جائے رُسوا
مِری زِندگی کا پَردہ نہ اُٹھاؤ درمیاں سے

وہی میرا دِل ہے شعرؔی، وہی میری جاں ہے شعرؔی
یہی عُمر بھر کہوں گا جو ابھی کہا زباں سے

میکدہ ہے سُرور و مستی ہے
ہر طرف زندگی برستی ہے

ہمہ تن غم ، تمام مستی ہے
دل کی ہستی، عجیب ہستی ہے

تیرے پیہم حجاب کے صدقے!
زندگی، موت کو ترستی ہے

ہم بھی پیتے تو ہیں شراب مگر
اُن کی نظروں سے جو برستی ہے

مرحبا! آہ و نالۂ و فریاد—!!
عشق ہے اور فراخ دستی ہے

اُن کے جلووں کی دل کُشی توبہ
دیکھ کر بھی نظر ترستی ہے

عشق اور حُسن کو کرے سجدہ
یہ بھی اِک شانِ خود پرستی ہے

کہیں چھائے گھٹا محبّت کی
ہم جہاں ہوں وہیں برستی ہے

دِل نے دیکھا ہے بار ہا اُن کو　　اور نظر آج تک ترستی ہے

رازِ کونین و حاصلِ کونین　　اُن کا جلوہ، ہماری مستی ہے

لُوٹ کر لے گیا کوئی شعرؔی

اَب یہاں ہوش ہے نہ مَستی ہے

رِہ کے ہم زمانے میں دُور ہیں زمانے سے
رنگِ رُخ نِکھر آیا بارِ غم اٹھانے سے

بے خودِ محبّت کو کیا غرض زمانے سے
کیوں اُٹھاؤں سر اپنا اُن کے آستانے سے

رَبط ہی نہیں جِس کا اب کوئی زمانے سے
کیوں اُسے اُٹھاتے ہو اپنے آستانے سے

ہجر کی کٹھن راتیں جاگ کر گزُاری تھیں
موت آ گئی آخر نیند کے بہانے سے

دوستوں کو بھی دیکھا، دشمنوں کو بھی سمجھا
اب کہیں نکل چلیئے دُور اِس زمانے سے

اِلتماسِ غم سُن لو! کیا خبر نہیں تم کو؟
دِل بھی ٹوٹ جاتا ہے آس ٹوٹ جانے سے

ہائے وہ حسیں راتیں، اُف وہ پیار کی باتیں
کیا نہ مُجھ کو یاد آیا اُن کے یاد آنے سے

وہ خفا سہی لیکن شوقِ دید، ارے توبہ!
اُن کو دیکھ آتا ہوں اِک نہ اِک بہانے سے

اُس نگاہِ برہم کے ساتھ ساتھ چلنا ہے
گردشیں زمانے کی چھین کر زمانے سے

قید و بند کی راحت اُس اسیر سے پُوچھو
جو قفس میں خود آئے اُڑ کے آشیانے سے

مُجھ کو دے گی کیا جُنبش اَب رَوِش زمانے کی
اپنے ساتھ اُنہیں لے کر ہٹ گیا زمانے سے

کوئی بھی نہیں ایسا اُن سے جو یہ کہہ دیتا
مت اُٹھاؤ تُم اِن کو اپنے آستانے سے

اپنی بے کسی کا میں حال کیا کہوں شعریؔ
ہر طرف اُداسی ہے دِل کے ڈوب جانے سے

وہ ہمیں ہم اُن کو تڑپانے لگے
اَب محبّت کے مزے آنے لگے

حالِ دِل وہ پوچھنے آنے لگے
مرنے والے زِندگی پانے لگے

روتے روتے ہو چلی تسکیں مجھے
جیسے وہ خود آ کے سمجھانے لگے

اک طرح چُھپنا قیامت ہو گیا
سو طرح وہ سامنے آنے لگے

آپ کو کیا میرے حالِ زار سے
آپ کیوں تکلیف فرمانے لگے

اَب کسی کی بات کیا مانیں گے ہم
اب تو وہ خود ہم کو سمجھانے لگے

سوزِ غم کا وہ زمانہ — الاماں!
جب محبّت آگ برسانے لگے

اُس کی قسمت کا بھلا کیا پُوچھنا
آپ کو جس کا خیال آنے لگے

ہائے رے تقدیر اُس بیتاب کی
جو تری قُربت سے گھبرانے لگے

عشق میں اِتنی لطافت چاہیئے
حُسن خود آغوش پھیلانے لگے

کس طرف جاؤں کہ مِل جائے قرار
ہر طرف جب تُم نظر آنے لگے

بس وہی بیتاب دل ہے کامیاب
اِس قدر تڑپے کہ تڑپانے لگے

یاد ہے شعریؔ مجھے ارشادِ حُسن
ہم بھلا کیوں تُم کو تڑپانے لگے

مجھ سے آباد ہر زمانا ہے
میں نہیں تو مرا فسانا ہے

دل کی مستی کا کیا ٹھکانا ہے
سارا عالم شراب خانا ہے

اب نہ جانا کہیں نہ آنا ہے
فرصتِ شوق کا زمانا ہے

سننے والے ذرا سنبھل کے سنیں
عشقِ مظلوم کا فسانا ہے

انقلاب آفریں ہے میری ذات
میں جہاں ہوں وہیں زمانا ہے

مضطرب مضطرب ہیں وہ نظریں
منتشر منتشر زمانا ہے

ملتفت وہ بھی مطمئن دِل بھی
اَب یہاں سے مرا فسانا ہے

ہائے مجبوریاں محبت کی
پھر اسی انجمن میں جانا ہے

عشق کی بات کوئی کیا مانے
حُسن ہی حُسن کا زمانا ہے
وہ بھی چاہیں تو مِٹ نہیں سکتا
یہ جو اِک ربطِ غائبانا ہے
آنکھ بے تابِ گریہ ہے شعریؔ
دِل غم و درد کا خزانا ہے

مست و سرشار رہے، بے خود و مدہوش رہے
زندگی بھر ترے جلووں سے ہم آغوش رہے

کیا ضروری ہے کہ نظروں سے ہم آغوش رہے
جلوہ پھر جلوہ ہے ظاہر ہو کہ روپوش رہے

پردۂ سوز سے ہوتا ہے مخاطب کوئی
سازِ ہستی بھی ذرا دیر کو خاموش رہے

تم کہ چھپ کر بھی زمانے کو نظر آ ہی گئے
ہم کہ آپ اپنی نگاہوں سے بھی روپوش رہے

بزم اُن کی ہے، شراب اُن کی ہے، ساقی وہ ہیں
کس قدر بے اَدبی ہے جو یہاں ہوش رہے

اپنے دیوانوں کی محویّتِ معصوم تو دیکھ!
تجھ کو دیکھا نہیں اور تجھ سے ہم آغوش رہے

آخرش سو گیا مُشتاقِ تجلّی شعری
اب کوئی رہتا ہے روپوش تو روپوش رہے

ڈوبے ہوئے نقوشِ تجلّی اُبھر گئے
میری تباہیوں سے دو عالم سنور گئے

سادہ تخیّلات میں سو رنگ بھر گئے
آنکھوں سے آج وہ مرے دل میں اُتر گئے

دیوانگانِ شوق بڑا ظُلم کر گئے
اُن کی طرف نِگاہ نہ کی اور گُذر گئے

رسمِ و رہِ وفا کو حیاتِ اَبد ملی
زِندہ وُہی رہے جو محبّت میں مر گئے

اس طرح دل کی سمت کوئی دیکھتا رہا
کچھ زخم تازہ ہو گئے کچھ زخم بھر گئے

اے دوست کس قدر تھی بھیانک شبِ فراق
اکثر تو ہم خود اپنی ہی آہٹ سے ڈر گئے

اب اُن کو بے قرارِ تجلّی سے کیا غرض
دیوانہ کرنے آئے تھے دیوانہ کر گئے

دار و رسن تو مرحلۂ راہِ عشق ہیں
وہ کوئی اور ہوں گے جو مرنے سے ڈر گئے

سمجھا رہی ہے یہ نگۂ التفاتِ حُسن
اب وہ نہ آئیں گے جو زمانے گذر گئے

صحنِ چمن میں اُن کو پناہیں نہ مل سکیں
جو باغباں کی برق نگاہی سے ڈر گئے

شعریؔ ہوئے جہاں میں وہی وجہِ انقلاب
کچھ حادثات ہم سے جو بچ کر گذر گئے

نظر کب اُن کی نظر سے مِلائی جاتی ہے
یہ چوٹ وہ ہے کہ جو دِل پہ کھائی جاتی ہے

جگہ جگہ کہیں بجلی گرائی جاتی ہے
بقدرِ ظرف تجلّی دِکھائی جاتی ہے

حُدودِ دِل میں وہ منزل بھی پائی جاتی ہے
خِرد کی شمع جہاں جِھلمِلائی جاتی ہے

مِلا مِلا کے نظر کیوں چُرائی جاتی ہے
اِسی طرح تو محبّت بڑھائی جاتی ہے

یہ تیری خُلد نہیں، بزمِ حُسن ہے واعظ!
یہاں شرابِ محبّت پلائی جاتی ہے

متاعِ زیست، فروغِ نگاہ، راحتِ دل
یہ سب مِٹا کے محبّت بنائی جاتی ہے

بس اِتنا تیری محبّت سے آشنا ہوں میں
کہ مُجھ میں ایک تجلّی سمائی جاتی ہے

نگاہِ مست کا ساغر، تجلّیوں کی شراب
پلائی جاتی ہے اور یوں پلائی جاتی ہے

تری تجلّیٔ رنگ آفریں کا کیا کہنا
بہارِ بن کے زمانے پہ چھائی جاتی ہے

کہاں کا عزمِ نظّارہ کہ اُن کی محفل میں
تمام جُراَتِ دِل لڑکھڑائی جاتی ہے

فضائے کون و مکاں میں کبھی نہیں ملتی
وہ زِندگی جو محبّت میں پائی جاتی ہے

زمانہ مُجھ کو مِٹاتا کہاں مَجال اُس کی
مگر کچھ آپ کی مرضی بھی پائی جاتی ہے

فسانہ ساز زمانے کو کیا کہوں شعریؔ
مُجھی کو میری کہانی سنائی جاتی ہے

وہ نظر آتے ہیں رہ رہ کر قریبِ دل مجھے
اے جنونِ شوق رہنے دے ابھی غافل مجھے

تک رہی ہے کیسی حسرت سے ہر اک منزل مجھے
اب تو ٹھہرا دے کہیں وارفتگیٔ دل مجھے

جس طرف جانے سے بڑھ جاتا ہے جوشِ اضطراب
اُس طرف کس سادگی سے لے چلا ہے دل مجھے

طُور کا افسانہ کہہ کر آئے ہیں وہ سامنے
اِحتیاطاً اب تو ہونا چاہیئے غافل مجھے

دُور کر دیتی ہے جب پیچیدگیِ راہِ شوق
دِل کو میں آواز دے لیتا ہوں میرا دِل مجھے

میں تو جانے کو چلا جاؤں گا یہ مانا مگر
حشر تک آواز دے گی آپ کی محفل مجھے

ہو نہ ہو شعری یہی ہے غالباً تمہیدِ عشق
درد سا محسوس ہوتا ہے قریبِ دل مجھے

○

غضب ہے جستجوئے دِل کا یہ انجام ہو جائے
کہ منزل دُور ہو اور راستے میں شام ہو جائے

ہر اک جذبہ، ہر اک سعیٔ طلب ناکام ہو جائے
محبّت ہی محبّت کا اگر انجام ہو جائے

یہ عالم ہو تو اُن کو بے حجابی کی ضرورت کیا
نقاب اُٹھنے نہ پائے اور جلوہ عام ہو جائے

محبّت کی قسم اُن کے بھی دل میں یہ تمنّا ہے
دوبارہ ہم سے اُن سے نامہ و پیغام ہو جائے

تصدّق عظمتِ کونین اُس مجذوبِ اُلفت پر
جو اُن کا غم چھُپائے اور خود بدنام ہو جائے

یہ میرا فیصلہ ہے آپ میرے ہو نہیں سکتے
میں جب جانوں کہ یہ جذبہ مِرا ناکام ہو جائے

وُہی نالہ، وُہی نغمہ ہیں اِک تفریقِ لفظی ہے
قفس کو مُنتشر کر دو نشیمن نام ہو جائے

ابھی تو دِل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے
بہت مُمکن ہے کل اِس کا محبّت نام ہو جائے

جو میرا دِل نہ ہو شعری حریف اُن کی نگاہوں کا
تو دُنیا بھر میں برپا انقلابِ عام ہو جائے

کچھ اِس طرح اُن کا خیال آ رہا ہے
کہ دِل رشکِ گلشن بنا جا رہا ہے

محبّت اَزل سے جہاں تھی وہیں ہے
زمانہ گُذرتا چلا جا رہا ہے

بُری شے ہے ترکِ محبّت بھی ناصح!
وہ جیسے مِرے دِل کو سمجھا رہا ہے

خود اپنی طرف سے وَفا کا تقاضا
فریبِ محبّت دِیا جا رہا ہے

جُنونِ مُحبّت کی پرواز توبہ!
مُجھے ساتھ لے کر اُڑا جا رہا ہے

تمُہیں بھی خبر ہے مریضِ الم کی
خدا جانے کیا کیا سُنا جا رہا ہے

چھُپا کر جسے دل سے رکھا تھا شعریؔ
وُہی درد اب دل بنا جا رہا ہے

اب تیری آرزو میں عجب اپنا حال ہے
غم کیا، خوشی کا دِل میں سمانا مُحال ہے

یہ کِس کی یاد ہم سفر و ہم خیال ہے
پیہم تباہیوں پہ بھی چہرہ بحال ہے

بربادِ جستجو بھی ہوں، ناکامِ دید بھی
دِل ہی نہیں نظر بھی مِری پائمال ہے

فریادِ بے کسی ہمہ تاثیر ہے —— مگر
رہتے ہیں جو خیال میں اُن کا خیال ہے

اُن کی خوشی سے ہجر گوارا تو ہے مگر
کچھ دِل ہی جانتا ہے جو کچھ دل کا حال ہے

لِلّٰہ یوں نہ ٹال دیے ارمانِ دید کو
پہلا مطالبہ نہیں، پہلا سوال ہے

اِک مَد بھری نِگاہ نے بخشی ہے بے خودی
بَس اَب ہمارا ہوش میں آنا محال ہے

اَب آبروئے حُسن و محبّت ہے زیرِ بحث
میرا سوال ہے نہ تُمہارا سوال ہے

حُسن ایک آئینہ ہے آئینِ نگاہِ شوق
عِشق ایک آفتاب ہے اور لازوال ہے

شعریؔ سے آپ ہی نے کہا تھا بصد کرم
تیری محبّتوں کا ہمیں بھی خیال ہے

پریشاں ہوں فریبِ معتبر سے
یہ پردہ کاش اُٹھ جائے نظر سے

تصوّر اُن کو مجھ تک لے ہی آیا
چھپا کر دونوں عالم کی نظر سے

نگاہِ مست کا، لے کر سہارا
گذر جا سرحدِ شام و سحر سے

جنوں کو نیند آئی جا رہی ہے
ذرا تم گدگدا دینا نظر سے

کرم اے سایۂ دامانِ رحمت!
کہ ہم لوٹے ہیں دُنیا کے سفر سے

ابھی کچھ اور جینا چاہتا ہوں
نہ دیکھو تم محبّت کی نظر سے

میں شعریؔ فخرِ مستانِ ازل ہوں،
کہ میں نے پی ہے خاص اُن کی نظر سے

رُخِ ہستی کا ہر پردہ اُٹھا کر ہم نے دیکھا ہے

اُنہیں دیکھا ہے اور نزدیک جا کر ہم نے دیکھا ہے

جبینِ شوق کو سجدہ بنا کر ہم نے دیکھا ہے

ترے در پر مقدّر آزما کر ہم نے دیکھا ہے

اُنہیں اپنے تصوّر میں بُلا کر ہم نے دیکھا ہے

دو عالم کی نگاہوں سے چُھپا کر ہم نے دیکھا ہے

فریبِ جستجو کہیے اِسے یا سادگی کہیے

ہر اک پردے کو اِک جلوہ بنا کر ہم نے دیکھا ہے

ارے او بے وفا تیرے تبسّم کی شکایت کیا
خود اپنی بے کسی کو مُسکرا کر ہم نے دیکھا ہے

تصوّر کے تصدّق ہجر کی خاموش راتوں میں
سُکونِ زندگی کو گُدگُدا کر ہم نے دیکھا ہے

خِرد والوں کو وہ عالم میسّر آ نہیں سکتا
جو عالم خود کو دیوانہ بنا کر ہم نے دیکھا ہے

جُنوں اوّل ہی دیوانہ خِرد پہلے ہی بیگانہ
اُنہیں پردہ نہیں جلوہ ہٹا کر ہم نے دیکھا ہے

اُنہیں کی یاد میں روتے رہے ہیں رات دن شعری
مگر جب اُن کو دیکھا مسکرا کر ہم نے دیکھا ہے

خوشی کی طرح غمِ منجملۂ اسرار ہو جائے
جنوں زندہ حقیقت ہے اگر بیدار ہو جائے

یہاں تک اِلتفاتِ جلوہ ہائے یار ہو جائے
کہ میں سو جاؤں میری زندگی بیدار ہو جائے

محبّت کم سے کم اِتنی تجلّی بار ہو جائے
مرے دیدار والوں کو ترا دیدار ہو جائے

یہ عالم ہو تو کیسے دیدِ حُسنِ یار ہو جائے
تجسّس آڑ بن جائے نظر دیوار ہو جائے

سُجودِ شوق کی تکمیل کر اِس طرح دیوانے
کہ تفریقِ جبین و آستاں دُشوار ہو جائے

نہ دو آواز آغوشِ اجل میں سونے والے کو
کہیں ایسا نہ ہو پھر زندگی بیدار ہو جائے

بلند اِدراک کر اتنا نظر کو پاک کر اتنا
کہ بے قیدِ تجلّی حُسن کا دیدار ہو جائے

نِگاہِ شوق اپنی جرأتوں پر ناز کرتی ہے
جمالِ یار سے کہدو جمالِ یار ہو جائے

پھر اِس کے بعد دُنیا کے حوادث کو سمجھ لوں گا
ذرا میرے موافق تو مزاجِ یار ہو جائے

کہاں تک زحمتِ سجدہ بس اب تو یہ تمنّا ہے
جبینِ شوق، جاذبِ آستانِ یار ہو جائے

خیالِ حُسنِ جاناں میں دیئے دیتے ہیں جاں اپنی
کہاں پہنچیں یہ دیوانے اگر دیدار ہو جائے

اب اُس جلوے کی حسرت ہے کہ جس کو دیکھ کر شعریؔ
ہمیشہ کے لئے ذوقِ نظر بے کار ہو جائے

وجہِ غم کیا، بجائے خود غم ہے — زندگی، زندگی کا ماتم ہے

عشق بیتاب، حُسن برہم ہے — دِل سلامت تو ہر جگہ غم ہے

ہم ہیں اور انقلابِ پیہم سے — وہ بھی ناخوش ہیں دِل بھی برہم ہے

اب تو احساس کا یہ عالم ہے — نغمۂ نے بھی، نالۂ غم ہے

رُخ پریشاں ہے، زلف برہم ہے — حُسنِ معصوم کِس کا ماتم ہے؟

زِندگی اور عذاب! کیا معنیٰ! — زِندگی کیا عذاب سے کم ہے

ہر قدم پر رہِ محبّت میں — اِک نیا درد، اِک نیا غم ہے

چھیڑ! پھر چھیڑ!! نشترِ غمِ عشق! — دِل کی آواز آج مدھم ہے

بُجھ رہی ہے ہماری شمعِ حیات
اِختتامِ فسانۂ غم ہے

حُسن کی برہمی ارے توبہ!
دو جہاں کا نِظام برہم ہے

کس سے شعریؔ کہیں فسانۂ غم
رازداں ہے نہ کوئی ہمدم ہے

ہجر کو رنگیں بنانا چاہیئے
رونے والے مسکرانا چاہیئے

لطف جینے کا اٹھانا چاہیئے
بحرِ غم میں ڈوب جانا چاہیئے

عشق کلفت ہی نہیں، راحت بھی ہے
اِس حقیقت کو چھپانا چاہیئے

حسن کے بن کر رہے تو کیا رہے
حسن کو اپنا بنانا چاہیئے

مجھ سے رخصت ہو رہی ہے کائنات
اُن کو بھی ایسے میں آنا چاہیئے

احترامِ حسن لازم ہے، مگر
خود بھی اکثر روٹھ جانا چاہیئے

ہو چلا شعریؔ کی آہوں میں اثر
اُن کو اب دامن بچانا چاہیئے

حروفِ دردوغم سے صفحۂ سادہ زمانا ہے
ہماری زندگی اِک غیر مطبوعہ فسانا ہے

یہی اصلِ حقیقت ہے، یہی جانِ فسانا ہے
خُدا رکھے محبت کو محبّت کا زمانا ہے

شروعِ دردِ دل ہے بیقراری کا زمانا ہے
اُسی محفل سے آئے ہیں اُسی محفل میں جانا ہے

بھلا اِس ربط، اِس جذب و کشش کا کیا ٹھکانا ہے
کسی جانب بھی وہ دیکھیں ہمارا دل نشانا ہے

زمانے کے لئے اِک مستقل ساحل بنانا ہے
ہمیں طوفانِ غم کو ساتھ لے کر ڈوب جانا ہے

کوئی جانے تو کیا جانے، کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
محبت ہی حقیقت ہے محبت ہی فسانا ہے

بیاں کس طرح کیجے دِل کی حالت لفظ و معنیٰ میں
حقیقت پھر حقیقت ہے فسانا پھر فسانا ہے

زمینِ دیر و کعبہ چُومتی ہے وَجد میں آ کر
جبینِ شوق میں پنہاں یہ کس کا آستانا ہے

یہ مہر و ماہ و انجم میرے ہی گُلشن کے غنچے ہیں
یہ برقِ مضطرب میرے لئے اِک آشیانا ہے

جہاں پوچھا کسی نے حالِ دِل آنسو نکل آئے
محبت کا زمانہ کس قدر نازک زمانا ہے

بس اتنی بات پر صیّاد برہم ہو گیا شعریؔ
یہ آخر کیوں کہا ہم نے ہمارا آشیانا ہے

اشک بن کر آنکھ میں ہے، درد بن کر دِل میں ہے
وہ کبھی محمل سے باہر ہے کبھی محمل میں ہے
زِندگی اِک کشمکش میں ہے جستجو مشکل میں ہے
اب تو بے پردہ نظر آئے جو میرے دِل میں ہے
اب کوئی ارمان باقی ہے نہ حسرت دل میں ہے
عِشق اپنی زندگی کی آخری منزل میں ہے
دو جہاں کا غم مِلے پھر بھی تہی دامن رہے
کم سے کم اِتنی تو گنجائش ہمارے دِل میں ہے

گردشِ پرکار ہے یا گردشِ لیل و نہار
کل جہاں تھی آج بھی دُنیا اُسی منزل میں ہے

ایک میری ہی محبت کا نہیں کوئی جواب
ورنہ ہونے کو تو ہر جلوہ تری محفل میں ہے

جُستجو نے گمرہی تک تو مجھے پہنچا دیا
غالباً اِتنی ہی دُوری اور ابھی منزل میں ہے

رنج و راحت سب کو ٹھکراتا ہوا چلتا ہوں میں
دو جہاں قدموں میں ہیں جب سے محبت دل میں ہے

مجھ پہ الزامِ محبت، اُن پہ الزامِ ستم
تجھ کو کیا معلوم ناصح! کون کِس مشکل میں ہے؟

ڈر یہ ہے برہم نہ کر ڈالے نظامِ کائنات
بے سبب نازک سی اِک دھڑکن جو میرے دل میں ہے

حُسن بھی افسردہ افسردہ، محبت بھی اُداس
یہ نہیں معلوم شعری کون کس منزل میں ہے

○

ابھی نہیں روشِ غم پہ اِختیار مجھے
ذرا سنبھال کے لے چل خیالِ یار مجھے

سمجھ کے اپنی محبّت کا رازدار مجھے
کسی نے سونپ دیا دردِ بیقرار مجھے

اسیر رکھ نہ سکا شوقِ بیقرار مجھے
قفس سمیت اُڑا لے گئی بہار مجھے

نہ خود ہوں بس میں، نہ دِل پر ہی اختیار مجھے
یہی ہے وقت چُرا لے نگاہِ یار مجھے

مرے گنہ کی پشیمانیاں ہی کیا کم تھیں
ترے کرم نے کیا اور شرمسار مجھے

اُدھر یہ رنگ کہ ہر وعدہ اِک حسین فریب
اِدھر یہ حال کہ پھر بھی ہے اعتبار مجھے

جہانِ عشق کی مجبوریاں ارے توبہ!
نہ اختیار اُنہیں ہے نہ اختیار مجھے

یہ طے کیا ہے کہ اُن کو نہ اب مناؤں گا
خدا کرے یہ ارادہ ہو سازگار مجھے

خیالِ یار کو میں بھول جاؤں ناممکن
بُھلا سکے تو بُھلا دے خیالِ یار مجھے

وہ ابتدائے محبت کا عالمِ پُرکیف
بغیر وعدہ بھی رہتا تھا انتظار مجھے

جمالِ یار سے لے کر تجلّیاں شعریؔ
شکست کرنا ہے آئینۂ بہار مجھے

رنگینیٔ نگاہِ تماشا لئے ہوئے
جلوے کے ساتھ ساتھ ہوں پردا لئے ہوئے

آغوشِ دل میں حُسن کا جلوا لئے ہوئے
بیٹھا ہوں اِک بہارِ سراپا لئے ہوئے

پھر جا رہا ہوں انجمنِ ناز کی طرف
اُفتادگیٔ دل کا سہارا لئے ہوئے

کیفِ تمامِ عشق کا عالم نہ پوچھئے
ہر سانس ہے شراب کا دریا لئے ہوئے

ہر ایک مرحلے سے گُذرتا رہا ہوں میں
تیرا خیال، تیری تمنّا لئے ہوئے

جس عیش کا مآل بجز رنج کچھ نہیں
بیٹھا رہے وہ "عیش" زمانا لئے ہوئے

بیتاب و بیقرار، پریشان و مضطرب
جیسے وہ خود ہوں میری تمنّا لئے ہوئے

بیٹھا ہوں کس غرور سے مسرور و مطمئن
دل میں یقینِ وعدۂ فردا لئے ہوئے

اے پائے ناز اب تو اجازت ملے مجھے
کب سے ہوں میں امانتِ سجدا لئے ہوئے

آخر قریبِ جلوہ گہِ ناز آگیا
پاکیزہ لغزشوں کا سہارا لئے ہوئے

شعری نے اپنی عمرِ محبّت گذار دی
ناکام آرزو کا سہارا لئے ہوئے

حاصلِ دیر و حرم جلوۂ جانانہ ہے
کئی عُنوان ہیں اور ایک ہی افسانہ ہے

متردّد، متبسّم، ہمہ راحت، ہمہ غم
تم جہاں چھوڑ گئے تھے وہیں دیوانہ ہے

سُن لے رُودادِ محبّت ارے ظالم سُن لے!!
میرا افسانہ نہیں ہے ترا افسانہ ہے

یوں تو ہونے کو ہزاروں ہیں اسیرانِ جنوں
جو زمانے کو بدل دے وہی دیوانہ ہے

آپ بہکائے میں دُنیا کے نہ آجائیں کہیں
لوگ تو مجھ سے بھی کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے
اپنے شِعرؔی پہ بھی ہلکی سی نظر بہرِ خُدا
تیرا دیوانہ ہے ظالم! ترا دیوانہ ہے

درد دل سے جُدا نہ ہو جائے
زندگی بے مزا نہ ہو جائے

کوئی نالہ رسا نہ ہو جائے
عشق بے مُدّعا نہ ہو جائے

ضبط کی انتہا نہ ہو جائے
سازِ دل بے صدا نہ ہو جائے

ڈر رہا ہوں کہ میرے دل کی بات
حُسن کا مُدّعا نہ ہو جائے

مستقل بندگی محبّت کی
رُخ بدل کر خُدا نہ ہو جائے

ہیں حجاباتِ غم اُٹھا تو دوں
آپ کا سامنا نہ ہو جائے

ہجر، صد رشکِ وصل ہو شعریؔ
وہ جو چاہیں تو کیا نہ ہو جائے

نہ تڑپ سکے، نہ ٹھہر سکے، نہ فغانِ درد سُنا سکے
اُسے زندگی کا بھی حق نہیں کہ جو بارِ غم نہ اُٹھا سکے

وہ اسیرِ ہجر بنا کے بھی نہ اسیرِ ہجر بنا سکے
نہ کبھی نِگاہ سے ہٹ سکے، نہ کبھی خیال سے جا سکے

نہ کبھی نظر سے نظر ملی، نہ وہ دِل ہی دِل سے مِلا سکے
وہ حجاب ہم نے اُٹھا دیئے، جو حجاب وہ نہ اُٹھا سکے

ترے اعتمادِ خیال پر، مری زندگی کا مدار تھا
مجھے اِنقلاب کے حادثے نہ مِٹا سکے نہ بنا سکے

رہی دونوں سمت برابری، نہ اِدھر کمی نہ اُدھر کمی
ہیں فریبِ دل سے نہ بچ سکا وہ فریبِ عشق نہ کھا سکے

وہ جو داغ تم نے عطا کیا اُسے دل میں ہم نے چھپا لیا
جو چراغ تم نے جلا دیا اُسے ہم کبھی نہ بجھا سکے

جو تمہاری یاد نے پھونک دی وہ عجیب طرح کی آگ تھی
جسے آہ سرد نہ کر سکی جسے اشکِ غم نہ بجھا سکے

مرے جذب ہائے جُنوں کا کچھ نہ علاج اُن سے بھی ہو سکا
وہ بہ زعمِ خاص تو آئے تھے، نہ ہنسا سکے، نہ رُلا سکے

یہ جو آہ آہ ہے دَم بدم، یہ فغانِ شوق، یہ چشمِ نم
سب اُنہیں کی یاد کے ہیں کرم جنہیں ہم کبھی نہ بھلا سکے

مجھے شوقِ دید تو لے چلا، مگر آہ یہ نہ سمجھ سکا
وہ نقاب کیسے اُٹھائے گا، جو نگاہ بھی نہ اُٹھا سکے

میں ہوں شعریؔ کیفِ مدامِ غم مری زندگی ہے تمام غم
میں ہوں ایک نقشِ دوامِ غم مجھے کون ہے جو مٹا سکے

آزاد آج ہو کر ہر قیدِ جسم و جاں سے

ہُشیار! اہلِ گلشن اُڑتا ہوں آشیاں سے

انجامِ داستاں تک، آغازِ داستاں سے

دِل کش ہے قصّۂ غم چاہے سُنو جہاں سے

آبادیاں تھیں ہم سے رونق تھی آشیاں سے

ہم گلستاں کو لے کر نکلے ہیں گلستاں سے

بے ربط ہے محبّت ترتیبِ جسم و جاں سے
اے کاش یہ بھی پردے اُٹھ جائیں درمیاں سے

کِس طرح نبھ سکے گی اَب دورِ آسماں سے
دِل بھی ہے مطمئن سا وہ بھی ہیں مہرباں سے

پھر لُطفِ شامِ غربت کچھ گدگدا رہا ہے
پھر دِل یہ چاہتا ہے کھو جاؤں کارواں سے

اظہارِ دردِ دِل پر اُن کا وہ مُسکرانا
جیسے کوئی فسانہ چِھڑ جائے درمیاں سے

جب اُن سے ہے محبّت احساسِ ہجر کیسا
ہنستا ہوا گذر جا دُنیائے امتحاں سے

ہر بادہ کش یہاں کا ہے آفتابِ کامل
میخانے کی زمیں بھی اونچی ہے آسماں سے

تنکے وہی ہیں لیکن ترکیب ہے انوکھی
بالکل قفس کی صورت ملتی ہے آشیاں سے

کچھ کم نہیں ہیں شعریؔ دریائے غم کی موجیں
ساحل پہ کون جائے اس کیفِ بیکراں سے

○

الفت کے مراحل ہیں، فرقت کا زمانا ہے
اُن تک اِنہیں موجوں میں بہتے ہوئے جانا ہے

آئینِ وفاداری ظالم کو سِکھانا ہے
اک نقش جمانا ہے، اک نقش مِٹانا ہے

ہر نالہ ہے اک نغمہ، ہر آہ ترانا ہے
رنگین محبّت کا، رنگین فسانا ہے

اِن دو ہی نواؤں سے معمور زمانا ہے
یا میری کہانی ہے یا اُن کا فسانا ہے

آنکھیں ہیں کہ آزردہ، چہرہ ہے کہ افسردہ
آنسو نہ بہانا بھی آنسو ہی بہانا ہے

حُسن اور محبت میں چوٹیں ہیں برابر کی
دِل اُس کا نِشانا ہے وہ دل کا نشانا ہے
وہ اپنا جِسے کہہ دیں وہ اپنا جِسے سمجھیں
بَس وہ ہے زمانے میں اور اُس کا زمانا ہے
مجذوبِ محبّت کی ہر بات حقیقت میں
دیکھو تو ہے بے معنیٰ، سمجھو تو فسانا ہے
یا آتے تھے چھُپ چھُپ کر یا آنے سے چھُپتے ہو
اِک وہ بھی زمانا تھا اِک یہ بھی زمانا ہے
یہ کہہ کے چلے ہیں ہم اُن سے کہ نہ آئیں گے
اور یہ بھی سمجھتے ہیں پھر لوٹ کے آنا ہے
ایسے میں چلو شعری تکمیلِ فغاں کرلیں
تنہائی کا عالم ہے فرقت کا زمانا ہے

تشنۂ دیدِ حُسن ہے مضطر و بے قرار ہے
ہائے وہ اک نگاہِ شوق جو اُنھیں ناگوار ہے
نالۂ غم سرشت ہے، دیدۂ اشکبار ہے
عشق کو کیا خزاں سے کام عشق سدا بہار ہے
دِل کی بساط کیا بھلا غم کا جو خود شکار ہے
آئے تو میرے سامنے کون حریفِ یار ہے

آنکھ ہے، شوقِ دید ہے، دِل ہی خیالِ یار ہے
میں ہوں بہار کے لئے میرے لئے بہار ہے

وقت کی مصلحت ہے یہ تم بھی نہ آؤ سامنے
آج مِری ہر اِک نگاہ نالۂ بے قرار ہے

دیکھتے ہیں فضائے غم، پوچھتے ہیں مزاجِ دل
جیسے ہمارا اِضطراب اُن کو بھی ناگوار ہے

جذبۂ دید کے لئے وُسعتِ شوق چاہئے
صحنِ چمن کی قید کیا، سارا جہاں بہار ہے

مست ہے ساری کائنات، وجد میں عالمِ حیات
عشق کے سازِ درد پر کون یہ نغمہ بار ہے

یوں تو ہر اک ادائے حُسن دل کی حریف ہی مگر
نیچی نظر کا وار پھر نیچی نظر کا وار ہے

ہو ہی گئی اثر نواز، برہمیٔ مزاجِ عشق
کل مجھے انتظار تھا آج اُنہیں انتظار ہے
اُف یہ نظر جُھکی جُھکی ہائے یہ رُخ کی سادگی
اب تو فریبِ وعدہ بھی قابلِ اعتبار ہے
شعریؔ کے حالِ زار کی تم کو خبر ہی یا نہیں
درد بہ دِل، فُغاں بہ لب، مضطر و بیقرار ہے

محبّت کا سہارا لے کے اب رونے کی ٹھانی ہے
ترے صدقے کئی دن سے طبیعت پر گرانی ہے
فغانِ مستقل ہے اور اشکوں کی روانی ہے
محبّت کی جوانی بھی بڑی کافر جوانی ہے
مِرے دِل میں جو اک نازک سا یہ دردِ نہانی ہے
ٹھہر جائے تو شعلہ ہے، پگھل جائے تو پانی ہے
خودی ہے، بے خودی ہے، عشق ہے، غم ہے، جوانی ہے
ہزاروں مرحلے ہیں اور تنہا زِندگانی ہے

نہ ہے نظّارہ آسودہ ، نہ لُطفِ شادمانی ہے
حِصارِ آہِ پیہم میں مقیّد زِندگانی ہے

محبّت ہے تو رنگیں ہر طرح سے زِندگانی ہے
بہاریں ہی بہاریں ہیں، جوانی ہی جوانی ہے

غم و درد و الم عیش و مسرّت ہے جوانی ہے
اِنہیں دو چار دھوکوں پر گمانِ زِندگانی ہے

ترے صدقے عِنایت کر مقام اِس سے بھی بالاتر
یہ جنّت ہے یہاں تو ہم نے برسوں خاک چھانی ہے

ہر اِک منظر حسیں ، ہر سادگی فردوسِ نظّارہ
مِری نظریں جواں ہیں یا زمانے پر جوانی ہے

سکونِ شوق میں پھر اُلجھنیں محسوس کرتا ہوں
الٰہی! خیر کرنا پھر طبیعت پر گرانی ہے

فروغِ مہر و ماہ و برق بھی دل کش سہی لیکن
تری کافر جوانی پھر تری کافر جوانی ہے
اب ایسے میں اُٹھے لے کر کوئی جذباتِ نظّارہ
حدودِ طور سے باہر صدائے لن ترانی ہے
زمانے کے حوادث سے بچانا تم ذرا شعرؔی
یہ دِل اُن کی امانت ہے، یہ غم اُن کی نشانی ہے

اِس درجہ بڑھا ربط تری راہگذر سے
اُوجھل ہوا جاتا ہوں دو عالم کی نظر سے

دِل سے ہوں مخاطب نہ اُلجھتا ہوں نظر سے
بچتا ہوا چلتا ہوں ہر اک راہگذر سے

دونوں ہیں پریشان محبّت کے اثر سے
یہ جُرم ہوا ہے نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے

محرومیٔ دیدار رہے، دیدار کا احساس
اے عشق نہ اپنے کو بھی دیکھ اپنی نظر سے

ہر راہ مرے پائے طلب سے ہے گریزاں
کس وقت اُٹھا تھا میں تری راہگذر سے

دِل طور بنا، ذوقِ طلب برقِ سرِ طور
ٹکرا گئی جب اُن کی نظر میری نظر سے

پھر دیکھنا دیوانگیٔ شوق کی جرأت
دامن کو بچا کر کوئی گُذرے تو اِدھر سے

ہر طرح نُمایاں رہے، ہر طرح خراماں
وہ چُھپ نہ سکے دیکھنے والوں کی نظر سے

فردوس ہی فردوس، بہاریں ہی بہاریں
دیکھے ترے جلووں کو کوئی میری نظر سے

یہ بارگہِ عشق ہے کعبہ نہیں واعظ ـــــ!

سجدے کئے جاتے ہیں یہاں صرف نظر سے

دنیائے حقیقت کو بھی پھر دیکھیں گے شعری

آزاد تو ہو جائیں ذرا قیدِ نظر سے

نگاہِ منتظر میں زندگی معلوم ہوتی ہے

ابھی تاروں میں کچھ کچھ روشنی معلوم ہوتی ہے

جہاں تک بزمِ دل میں برہمی معلوم ہوتی ہے

وہاں تک زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی ہے

حوادث میں متاعِ زندگی معلوم ہوتی ہے

مجھے یہ شمع تو بجھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

جُدائی کا اثر تنہا محبت پر نہیں ہوتا
اُنہیں میری، مجھے اُن کی کمی معلوم ہوتی ہے

عجب آتش کدہ ہے ہم نشیں دنیا مرے دل کی
نہیں جلتی مگر جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

بھلا میں اور دیوانہ! بھلا میں اور ویرانہ!!
مجھے تو یہ عنایت آپ کی معلوم ہوتی ہے

یہ کس نے مُسکرا کر مجھ سے میرا حالِ دِل پوچھا
فضائے دو جہاں ہنستی ہوئی معلوم ہوتی ہے

خُدا معلوم، کیا بن کر اُٹھا ہوں تیری محفل سے
مجھے تو ساری دُنیا اجنبی معلوم ہوتی ہے

تری نظروں کا نشتر رہ گیا ہے ٹوٹ کر شاید
کوئی شے روح میں چبھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

دہائی کثرتِ جلوہ کہ نظریں اب بھی پیاسی ہیں
مجھے دریا میں رہ کر تشنگی معلوم ہوتی ہے
اُنہیں کی یاد رہ رہ کر رُلاتی ہے مجھے شعریؔ
ہمیشہ جن کے چہرے پر ہنسی معلوم ہوتی ہے

—— ہر نگاہِ شوق تھرّاتی ہے اُن کے سامنے
دِل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اُن کے سامنے

جن کی قُربت اہلِ محفل کے لئے تسکینِ جاں
کیوں طبیعت میری گھبراتی ہے اُن کے سامنے

کیسی دُنیا، کیسی عقبیٰ، کوثر و فِردوس کیا!
ہر حقیقت ہیچ ہو جاتی ہے اُن کے سامنے

سوچتا ہوں اور کرتا ہوں اِرادہ بھی مگر
بات دِل کی لَب پہ کب آتی ہے اُن کے سامنے

جگمگا اُٹھتے ہیں عکسِ حُسن سے دِل کے نقوش
زِندگی فِردوس بن جاتی ہے اُن کے سامنے

جس محبّت نے کہا تھا اَب نہ جائیں گے وہاں
وہ محبّت پھر لئے جاتی ہے اُن کے سامنے

کِس طرح اِظہار کر دُوں اُن سے شعریؔ عشق کا
مُجھ کو رِہ رِہ کر ہنسی آتی ہے اُن کے سامنے

یہی لطیف خلش کاش دائمی ہو جائے
خُدا کرے کہ تری یاد زندگی ہو جائے

مری خوشی ہیں جو شامل تری خوشی ہو جائے
تو زندگی جسے کہتے ہیں زندگی ہو جائے

جَلا کے سوزِ الم مُجھ کو خاک کر دینا
مری طرف سے وفا میں اگر کمی ہو جائے

بس ایک تیری نظر مہرباں رہے مُجھ پر
پھر اِس کے بعد دو عالم سے دشمنی ہو جائے

جو میرا عشق اُلٹ دے نقاب اے شعریؔ
تمام عالمِ اِمکاں میں روشنی ہو جائے